

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_228923

UNIVERSAL
LIBRARY

جامع عثمانی کے
کتب خانہ کے لیے !

عمر ایساف
۱۱ ۲۲ ۵۱

دیوان

حکیم لہماک مولوی حکیم عبدالباسط المتخلص بشعشع
موسوؤبہ

ترانہ عشق حصہ اول

مستملک

غزلیات و رباعیات

حیاتِ جاوید

حکیم عبد الباسط المتخلص بعشق

مولوی مہدی واصف مشہور مصنف کے فرزند اکبر ہیں۔ مہدی صاحب کی تصانیف نے دکن میں خاصی شہرت و مقبولیت حاصل کی۔ سب سے پہلے انہوں نے اُردو کا لغت فارسی میں لکھا اور اُردو انگریزی ڈکشنری ترتیب دی وہ نہ صرف علومِ مشرقیہ کے یگانہ روزگار عالم تھے بلکہ انگریزی ترکی اور کئی زبانوں کے ماہر تھے۔ اُن کی فارسی تصنیف ”حکایات دل پسند“ جس میں امثالِ لقمان کو انگریزی سے نثر فارسی کا جامہ پہنایا گیا ہے ہندوستان کے اکثر مدارس میں زیرِ درس رہی اور مختلف مطابع میں چھپ چکی ہے۔ انہوں نے علاوہ دیگر تصانیف کے فارسی کا ایک مختصر لغت اور فارسی محاورات پر ایک مستقل کتاب تصنیف کی ہے اور ایک متذکرہ ”معدن الجواہر“ نامی بھی لکھا ہے۔ جس میں اپنے ہمعصوروں اور فارسی زبان کے مشہور شاعروں کے حالات جمع کئے ہیں۔ ان کے دو مختصر دیوان بھی۔ فارسی اور اردو میں موجود ہیں مولوی مہدی واصف کے والد عارف الدین خاں رونی بھی فارسی کے مشہور شاعر اور دربارِ والا جاہِ ۱ مدرس میں خاص عزت و منزلت رکھتے تھے۔ عرصہ ہوا کہ راقم الحروف نطنج دیوان مع مختصر حالات کے شائع کر دیا ہے۔

الغرض حضرت عشق کے خاندان میں ملکہ شاعری وراثتاً چلا آ رہا ہے چنانچہ وہ اپنے ایک شعر میں فرماتے ہیں۔

نازم ز سخن عشق رسید بدستم
میراثِ گرانمایہ جد پدر من

”تذکرہ گلزار اعظم“ کی تصریح کی بموجب جس کو نواب غلام غوث خاں آخری یادگار خاندان والا جاہی نے شعرائے والا جاہی کے حالات میں ترتیب دیا ہے حکیم عبدالباسط عشق کی پیدائش ۱۲۳۳ھ میں بمقام مدراس ہوئی۔ وہیں انہوں نے ہوش سنبھالا اور اپنے والد مولوی مہدی واصف اور اپنے ماموں حاجی زین العابدین سے جو اس زمانہ کے فارسی کے جید اُستاد تھے میں شمار کئے جاتے تھے نیسٹر نواب خان عالم خان فاروق سے جو علم و فضل کے ساتھ فن شعر میں بھی کمال رکھتے تھے عربی فارسی کی درسی کتابوں کی تحصیل کی اور اس کے بعد مدراس کے میڈیکل کالج میں جو وہاں پہلے پہل قائم کیا گیا تھا شریک ہو گئے اور ڈاکٹری کی سند حاصل کی۔ ان کا اس زمانہ کے مشہور و معروف ڈاکٹروں میں شمار تھا۔ اور وہ سرجری میں یدِ طولی رکھتے تھے۔ میں نے اپنے بچپن میں ان کا کتب خانہ دیکھا ہے جو کئی سال پر عمل تھا جس میں ڈاکٹری کے ہر فن پر بیش بہا کتابیں فراہم کی گئی تھیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہیں اپنے فن سے کس قدر شغف تھا۔ اور ان کا مطالعہ اور ان کی نظر اس فن پر کس قدر وسیع تھی باوجود اس حداقت و مہارت طبی کے انہوں نے اس شریف پیشہ کو اپنا ذریعہ آمدنی نہیں بنایا۔ بلکہ اپنے دوست احباب اور غریب غریب کا علاج مفت کرتے تھے۔ بسا اوقات ان کی دواؤں کے اخراجات بھی خود اٹھاتے تھے اس فیاضی اور شیرینی کی وجہ سے اکثر مقروض اور تنگ دست رہتے تھے لیکن با ایں ہمہ کبھی انہوں نے اپنا طریقہ نہیں بدلا۔ ان کی انگریزی قابلیت اور مہارت و حداقت طبی کے متعلق گلزار اعظم میں لکھا ہے :-

”زبان انگریزی و پانزدہ فن طب انگریزی از مستندان اہل لسان آموختہ دیہہ دانی اندوختہ“
 ان کے والد مولوی مہدی واصف اپنی تصنیف ”حقیقۃ المرام“ میں ان کی نسبت لکھتے ہیں :-

”شباب ذکی لمہارۃ فی العربیۃ و الفارسیۃ والا انجلیزیتۃ لاسیما فی علم الطب لہ“

حذاقہ کاملہ، گلزار اعظم میں لکھا ہے کہ حضرت عشقِ مدراس میں ایک مہقرہ اخبار ”تیمز الانجار“ بھی نکالتے تھے لیکن معلوم نہیں ہوا کہ یہ اخبار فارسی میں تھا یا اردو میں افسوس ہے کہ کہیں اس اخبار کے پرچے دیکھنے میں نہیں آئے۔ ورنہ بہت سے حالات پر روشنی پڑتی۔
حضرت عشق نے جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے اگرچہ اپنے والد اور ماموں سے فارسی، عربی، درسی کتب کی تحصیل فرمائی تھی لیکن کلام کی اصلاح خان عالم خاں بہاؤ فاروق سے لیا کرتے تھے۔

معلوم ہوتا ہے کہ شاگرد کو استاد سے اور استاد کو شاگرد سے خاص ربط و تعلق تھا چنانچہ فرماتے ہیں۔

ز شعرِ اثرم عشقِ اثر ہویداشد دعاے حضرتِ فاروقِ برگزین مرا
ایک دوسرے شعر میں استاد سے جدائی پر اس طرح افسوس کرتے ہیں۔
جدا از حضرتِ فاروقِ تاشدم اے عشقِ زیاد رفت سخنِ خاطرِ حزنِ مرا
”اشاراتِ مینش“ میں لکھا ہے کہ فاروق نے مولوی سید ولد ارعلی کی تصنیف پر جو غالباً مذہبِ شیعیت کی تائید میں لکھی گئی تھی۔ یہ رباعی موزوں کی تھی۔

دلدارِ علی کہ دارِ تالیفِ بداد اثنائِ عشریہ را نمودہ برباد
اعنی ز صوارم و حسامِ اسلام برگردن ہر شیعہ مست بہاد
اس کا جواب سعید بیگ طلب نے یوں دیا۔

فاروق بنائے ابنِ رباعی چونکند ز انصاف ہمہ شیعہ و سنی گفتند
اکنون ز صوارم و حسامِ اسلام البتہ نمودنیت قطع پیوند

حضرت عشق نے اپنے استاد کی حمایت میں کئی رباعیاں لکھ کر بھجوائی تھیں جن میں حسب ذیل دو رباعیاں تذکرہ گلزار اعظم میں درج ہیں۔

نامزدہ قطعِ دادہ بے طلبم ممنون تو اے سعید بیگ طلبم

فاروقم و ہر قطع ہر بدعت و شرک
 شمشیر محمد علی می طلبسم
 اے اہل اصلاح کیش ارباب فساد
 دار و بر کذبے زور و ہمتاں بنیاد
 بر قطع ز فاروق کد امیں سنی
 بارافض سب طلب موافق افتاد

یہ وہ زمانہ تھا کہ خاندان والا جاہلی کی بساط حکومت سیٹی جا رہی تھی اور غدر سے کچھ دنوں پہلے ہی اطراف و اکناف ہند سے علماء و فضلاء کے قافلے حیدرآباد کو اسلامی مرکز خیال کر کے چلے آ رہے تھے جو اس خاندان کے بہت سے افراد حیدرآباد پہنچ چکے تھے۔ حضرت عشق کے والد چچا اور دادا حیدرآباد آچکے تھے نوابس الامراء بہادر اور ان کے بعد نواب سالار جنگ اول جن کو اہل کمال کی قدردانی اور حوصلہ افزائی سے خاص دلچسپی تھی اطراف و اکناف ہند سے علماء و فضلاء اور شرفاء کو دعوت دے دے کر بلا رہے تھے اور ہر شخص کو اس کی قابلیت اور مرتبہ و منزلت کے لحاظ سے خدمات و مناصب عطا فرما کر اپنی علم پروری اور معارف نوازی کا ثبوت دے رہے تھے۔ جس کی وجہ سے حیدرآباد اہل فضل و کمال کا اچھا خاصہ مرکز بن گیا تھا۔

حضرت عشق اپنی جوانی کا ایک معتد بہ حصہ مدراس میں گزارنے کے بعد تلاش روزگار میں میسور چلے گئے۔ اور وہاں محکمہ مال میں انہیں ایک معقول خدمت مل گئی۔ چونکہ اکثر اعزہ و اجاب حیدرآباد چلے گئے تھے۔ اس لئے ان کا دل میسور میں نہ لگا۔ چند سال وہاں رہنے کے بعد وہ اکتا کر بلکہ چلے آئے۔ غالباً حیدرآباد میں ان کا ورود ۱۸۹۲ء بھری کے بعد کا واقعہ ہے۔

کیونکہ حدیقتہ المرام میں جو سن مذکور میں طبع ہوئی ہے۔ مہدی و اصفت نے میسور میں ان کی موجودگی کا تذکرہ کیا ہے۔ اس وقت ان کی عمر (۴۰) سال سے متجاوز ہو چکی تھی۔

تذکرہ گلزار اعظم ۱۲۶۹ء میں تصنیف ہوا ہے اس میں جو حالات درج ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے اس وقت حضرت عشق مدراس میں مقیم تھے۔ غالباً اس کے بعد ہی وہ میسور گئے ہیں۔ اس لحاظ سے میسور کا زمانہ قیام آٹھ نو سال سے زیادہ نہیں معلوم ہوتا۔

یہاں آنے کے بعد نواب سالار جنگ اول نے ان کے فضل و کمال کی قدر دانی فرمائی اور انہیں دفتر دیوانی میں سررشتہ داری کی خدمت تفویض ہوئی اس کے بعد جب نواب درخانہ کے نام سے ایک عجائب خانہ قائم ہوا تو وہ اس کے مہتمم بنائے گئے جب نواب درخانہ بے ضرورت سمجھ کر برخواست کیا گیا۔ تو حضرت عشق کو پوری تنخواہ کا وظیفہ کر دیا گیا کہ ان کے علاج معالجہ سے مخلوق حند اکو بہت فیض پہنچتا تھا۔ لیکن کبھی کبھی ان سے علاقہ دیوانی کے بعض امراء کے علاج معالجہ کا کام لیا جاتا تھا۔

حیدر آباد آنے کے بعد ان کا زیادہ تر مشغلہ علاج معالجہ اور درس و تدریس اور شعر و شاعری تھا۔ شطرنج بھی بہت شوق سے کھیلتے تھے اور یہ شوق بھی کچھ شاعری کی طرح وراثتاً ملا تھا۔ کیوں کہ ان کے دادا عارف الدین خان رونی کی نسبت بھی سنا گیا ہے کہ ان کو بھی شطرنج کا بہت شوق تھا۔

غالباً اپنی اس بیکاری کی جانب ہی انہوں نے اپنے اس شعر میں اشارہ کیا۔

دبدم حسرت ہر کار بمن میگوید
کہ ز بیکاری خود عشق چہا نتواں کرد

اپنے ایک دوسرے شعر میں کہتے ہیں۔

فرصت نشد کہ شکوہ ز کم فرصتی کنم
بیکار بیکہ می گزرد روزگار من

اتفاق سے ان دنوں حیدرآباد میں اچھے اچھے سخن گو اور سخندان اصحاب جمع ہو گئے تھے۔

مثلاً منشی حبیب اللہ ذکا۔ امیر اللہ صاحب اقلیدر سالک وغیرہم۔ اس مجمعِ اہل کمال میں ہمیشہ شعرو سخن کے چرچے رہتے اور مشاعرہ کی مجلسیں گرم ہوتیں حضرت عشق اکثر ان مشاعروں میں شریک ہوتے تھے یہ دیوان زیادہ تر اسی زمانہ کی غزلیات پر مشتمل ہے ان کے زمانہ جوانی کا کلام ضائع ہو گیا۔ اگر ان کے تمام افکار کو جمع کیا جاتا تو کئی ضخیم دیوان ہوتے ان کی پرگوئی۔ مشہور تھی جب شعر کہنے پر آتے تو سیکڑوں شعر کہتے چلے جاتے تھے۔ والد مرحوم اپنے ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں کہ وہ اس جگہ ذکر فرماتے تھے کہ ہم لوگ ان کے اشعار کو قلم بند نہیں کر سکتے تھے۔ اس کی تصدیق گلزارِ اعظم سے بھی ہوتی ہے جس میں لکھا ہے ”غزلِ قصیدہ بکمال سرعت می بنگار د“

اس دیوان میں جو غزلیات ہیں ان سے بھی ان کی پرگوئی اور روانی طبع کا کافی پتہ چلتا ہے چنانچہ ایک ہی بحرِ ردیف میں آٹھ آٹھ دس دس غزلیں ملتی ہیں۔ افسوس ہے کہ ان کا کوئی قصیدہ ہمدست نہیں ہوا۔ قصیدہ کے میدان میں ان کے زورِ طبیعت کا اور زیادہ اندازہ ہو سکتا تھا اپنی پرگوئی اور زورِ موسیقی کی وجہ سے وہ اپنے مہمعصروں میں خاصا تیار رکھتے تھے اور اکثر امتحانی مواقع پر اپنی اس خداداد قابلیت کی وجہ سے کامیاب رہے اور اپنے ساتھیوں پر گویا سبقت لے گئے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں۔

یاد آں زماں کہ عشقِ بیدان امتحان

از ہر کہ بود گوئے سخن مار بودہ ایم

مولوی عبد الواحد صاحب فرزند مولوی عبد العلی صاحب والدہ کو اپنے بزرگوں کے آثار جمع کرنے کا بہت شوق تھا۔ صاحبِ دیوان ان کے تالیف ہوتے تھے اور ان سے تلمذ بھی تھا۔ ان کو ان کے کلام کے جمع کرنے کا خیال ہوا۔ لیکن حضرت عشق کے پاس سوائے چند مسودہ غزلیات کے

جو متفرق پُزروں پر رکھے گئے تھے۔ کوئی ذخیرہ نہیں تھا۔ نواب اسد علی خاں صاحب جو حضرت عشق کے قدیم دوست تھے۔ ان کے پاس بھی کچھ کلام موجود تھا جس کو حضرت موصوف نے ان سے حاصل کر کے مولوی عبدالواجد صاحب کے حوالہ کر دیا۔

معلوم ہوتا ہے حضرت عشق کے زمانہ میں ہی ان کی اردو غزلیات جس قدر مل سکیں ان کو صاف کر کے صاحب موصوف نے ایک مجموعہ ترتیب دے لیا تھا۔ جس کے دیباچہ میں وہ لکھتے ہیں کہ حضرت عشق کے ایما سے انہوں نے اس کا نام ”تو افلہ عشق“ رکھا ہے۔ لیکن فارسی کلام بجز چند غزلیات کے صاف نہ ہو سکا اور بہت سے پرزے مسودہ کی حالت ہی میں پڑے رہے اور ان کے مرتب اور ایک جگہ فراہم کرنے کی نوبت نہیں آئی۔ حالانکہ ان کا فارسی کلام ہی زیادہ اعتناء کا مستحق تھا کیوں کہ وہ درحقیقت فارسی کے شاعر تھے۔ اردو میں وہ بطور تفسیر طبع کے شعر کہا کرتے تھے۔ دو تعلق ان کے دادا ان کو اردو اور فارسی دونوں زبانوں میں فکر شعر کرتے ہوئے دیکھ کر منع کرتے تھے اور کہتے تھے کہ کسی ایک زبان کو اختیار کرو کیوں کہ یکا یکا ہوتا ہے۔

الغرض مولوی عبدالواجد صاحب کے انتقال کے بعد یہ ذخیرہ میرے حوالہ ہوا۔ میرے پاس بھی تقریباً ۱۲-۱۵ برس پڑا رہا۔ اصلاً ع کے قیام اور عدالتی کام کے انہماک کی وجہ سے مجھے اس کی طرف توجہ کرنے کا موقع نہیں ملا۔ سچ پوچھئے تو کل امر مرہون باد قاتلہ“ چند دن پہلے جب میں اپنے پاس کے فلمی مسودات کو دیکھ رہا تھا تو یہ مجموعہ پریشان بھی میری نظر سے گزرا اور مجھے خیال ہوا کہ کیف ما اتفق“ اس کو مرتب کر کے شائع کر دینا چاہئے۔ تاکہ حضرت عشق کی یادگار باقی رہے اور شعرائے دکن کے تذکرہ پڑھنے والے کو اگر ان کے کلام کے دیکھنے کا خیال ہو اور وہ اس کی نسبت بطور خود آزا دانہ کوئی رائے قائم کرنا چاہے تو کچھ نہ کچھ مواد مل سکے۔ تذکروں میں جو معدودے چند انتخابی اشعار لکھے جاتے ہیں۔ وہ درحقیقت تذکرہ نویس کے ذوق انتخاب کے رہین منت ہوتے ہیں اور ہر شخص اپنے مذاق کے مطابق کلام کا انتخاب کرتا ہے۔

جس سے کوئی صحیح اور مستقل رائے کسی شخص کے کلام کی نسبت نہیں قائم کیا جاسکتی۔
 غالباً طبیعت کی بے پردائی نے خود حضرت کو کبھی اپنے کلام کے جمع کرنے کی جانب متوجہ
 نہیں ہونے دیا اور اس بے پردائی اور بے توجہی کا نتیجہ تھا کہ اکثر کلام منتشر اور ضائع ہو گیا
 چنانچہ خود ایک جگہ کہتے ہیں۔

ناقد ردان جاں بنود کس چو من کہ من
 جنس گراں بہائے سخن را ییگاں کنم
 مدرس کے شعرا میں دو مکتب خیال کے شعرا تھے ایک تو وہ جو خیال بندوں کے پیر
 اور وقت پسندی اور خیال آفرینی کو منتہا سے کمال سمجھتے تھے۔ اور دوسرے وہ جو معنوی خوبیوں
 کے ساتھ زبان اور لطف بیان اور صاف گوئی کو ضروری خیال کرتے تھے۔ رونق اور مہدی
 واصف موحنا لند کر وہ کے ہم خیال تھے اور چونکہ حضرت عشق کی تعلیم و تربیت زیادہ تر اپنے
 والد کے سایہ عاطفت میں ہوئی تھی اس لئے ان کے کلام میں زبان اور محاورہ کی چاشنی
 زیادہ ہے اور کلام میں پر گوئی کی وجہ سے صفائی اور روانی کا دریا موجیں مارتا ہوا نظر آتا
 ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں۔

عشق است و کنوں گاہ گہے ناؤ سردے
 کو لطف بیان شہ شداں طبع روانش
 باوجود اس کے وہ متاخرین کے خیال بندانہ طرز سخن گوئی سے نہ بچ سکے اس دیوان
 میں بہت سے ایسے اشعار ملتے ہیں جو باوجود سادگی اور صفائی بیان کے مضمون و معنی کے
 لحاظ سے وقت پسندی اور خیال آفرینی کا اچھا خاصہ نمونہ ہیں۔ چنانچہ اس کی جانب وہ
 خود اپنے ان اشعار میں اشارہ فرماتے ہیں۔

ز عجز فہم چہ اعجاز ہاست یا راں را
 کہ بستہ اند لب سحر آفرین مرا
 اگر چہ آب بود از صفائے گوہر خوش
 تو نقش سنگ بدایں شعر لنین مرا

سخن عشق بود سرگمو
کہ زباں بر ہنہ گونیت مرا

خون کردہ ام بسینہ دل درد ہاں لہا زیں گو نہ عشق میں کہ چہ نگیں بیان کنم
گردم ہلاک فہم رسائے معاصران دانستہ خویش را نہ اگر نیز باں کنم
ایک اور شعر میں اور زیادہ صاف طریقہ پر اس مضمون کو یوں ادا کرتے ہیں۔

مستمع گزشتہ ہر وادے چوں قیس باش
لیلیٰ گفتار را چہند محل کردہ اند

یعنی ہماری بات کو سمجھنے کے لئے سننے والے کو چاہئے کہ وہ قیس عامری کی طرح
مختلف وادیوں میں (مضمون و معنی کی) سرگردانی کرے۔ کیوں کہ ہماری لیلائے گفتار کے
کئی ایک محل ہیں۔ جب تک ان سب میں تلاش جستجو نہ کر لی جائے وہ نظر نہیں آسکتی اس شعر
میں معنی آفرینی اور دقت پسندی کو نہایت لطیف تمثیل میں ظاہر کیا ہے۔ محل کا لفظ بہت لطیف
واقع ہوا ہے کہ کلام کے محل کی جانب بھی ایہام ہوتا ہے۔ بعض وقت ایک کلام کے کئی محل
ہوتے ہیں۔ جب تک سامع کی نظر ان تمام محلوں پر نہ رہے وہ اس کی وسعت و عمومیت کو کماتھا
نہیں سمجھ سکتا۔

حضرت عشق کی وفات ۵ ربیع الاول ۸۳۰ھ میں ۶۴ برس کی عمر میں ہوئی۔ اور قبرستان
گلہ باغ واقع محلہ ترپ بازار بلدہ حیدرآباد میں تدفین عمل میں آئی۔ حضرت عشق کی پہلی بیوی
خواجہ غلام حیدر ولد خواجہ مقصود علی خاں کی بیٹی اور سید عبدالقادر شہید ولد سید نظام الدین
بیجا پوری میرنشی و کاتب والا جاہ کی نواسی تھیں۔ خواجہ مقصود علی خاں دکنگٹ گیری کے نولعلوں کے
قلعہ دار تھے اور ٹیپو سلطان کے ہنگامہ میں شہید ہوئے پہلی بیوی کے لطن سے مولوی عبدالحی صاحب
وصف۔ ملا عبد القیوم مرحوم احقر کے والد اور عبد الغنی صاحب اور دولہا کیاں ہوئیں اور دوسری بیوی
عبد السلام صاحب اور ایک لڑکی ہوئی جن میں سے ابہ کوئی بقید حیات نہیں ہیں۔

حلیہ و لباس

حضرت کا حلیہ حضرت کے نمبر مولوی عبد الرّب صاحبِ مظلّمہ سے اس طرح منقول ہے:-
 رنگ سرخ و سپید۔ ہونٹ پتلے۔ پیشانی بلند و بالا، ناک ستوان۔ قد متوسط سے کسی قدر نکلتا ہوا
 کاسہ سرخیم، خیف الجشہ۔ گرد دار بھی۔ شاہا پہنتے اور عمامہ باندھتے تھے حضرت کے پایاں
 کے حالات کے متعلق اثنائے طبع دیوان میں مولوی عبد الرّب صاحبِ مظلّمہ نے میری استدعا پر
 جو تحریر روانہ کی تھی۔ اس سے ان کی خانگی زندگی اور اخلاق و عادات پر کافی روشنی پڑتی ہے
 اس لئے اس کا ضروری اقتباس بحسنہ علیحدہ درج کر دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ مختلف تذکروں
 میں جو کچھ حالات اور اشعار ملے وہ بھی نقل کر دئے گئے ہیں۔ اس کے بعد ہم ان کے حین
 انتخابی اشعار کو جو ترتیب دیوان کے وقت نظر سے گزرے درج کرتے ہیں ان میں سے
 بعض اشعار کی بر موقع ضروری تشریح بھی کر دی جائے گی۔ اور محاسن اشعار کی جانب
 بھی کہیں کہیں اشارات کر دئے جائیں گے۔

مختار اشعار

صَبَبُ
 زگر و کلفتِ غم نیت ہیں حسین مرا کہ برشید بر و صبر آستین مرا
 شوق
 بغیر سجدہ شوق ازاں نرِ زرد پیچ ہزار بار نشانداگر حسین مرا
 عاشقانہ
 ز دستِ رفته دل پارہ پارہ ام بگر بکلفہ حلقہ زلفت نگین نگین مرا
 چہ گویمت کہ براہ وفا چساں رستم دلم گرفتہ بسیار و جگرِ حسین مرا

اس شعر کے مصرع ثانی نے شعر میں ایک خاص شان اور کیفیت پیدا کر دی ہے کہتے ہیں کہ راہِ وفا کو میں نے اس طرح طے کیا ہے کہ جگر میرے دہنے بازو کو اور دل بائیں بازو کو تھامے ہوئے تھا۔ شعرا کے پاس تمام مصائب دل و جگر پر دار و ہوتے ہیں اور انہی کی مدد اور طاقت برداشت پر راہِ محبت کا طے کرنا موقوف رہتا ہے شاعرانہ تخیل نے ان کو دو اشخاص مددگار و معاون کی حیثیت دیدی جو دہنے اور بائیں شاعر کو تھامے ہوئے اس سے راہِ محبت طے کر رہے ہیں اس میں لطف یہ ہے کہ جسم انسانی میں دل اور جگر کے مقام کے لحاظ سے سینے و پیٹ کے الفاظ بہت موزوں واقع ہوئے ہیں۔ یہ شعر حسن تخیل کا اعلیٰ نمونہ ہے۔

و فو ر کر یہ

بیدہ اش چو قریں کردہ ام ہی بنیم
کہ تارا ز رگ ابرست آستین مرا

توصیف

ننگ بزل ف و رخ وقد و آں تن نازک
بہار نبل و گل و سرود یا سمن مرا

جدائی

بعد از نیم کن از خوشن لے یار جدا
بودہ آہ جدا از من و لبیا ر جدا

اظہار اشتیاق

پرودہ بردار و سیا حرف نزن میکشدم
شوق دیدار جدا حسرت گفتم جدا
ان دونوں اشعار کا تعزل اور لطف زبان بطور خاص قابل ملاحظہ ہے۔

توحید و تصوف

لے مہر خت مطلع انوار یقین ہا
وے سلسلہ زلف تو شیرازہ دین ہا
لے آئینہ سجدہ شوق تو حسین ہا
وے دیدہ مردم بہت خاک نشین ہا

عاشقستانہ

اے شادی عشاق کجائی خیر نہایت در گریہ زار رند ز درد تو حزیں ہا

مثل تو زخوبان شنیدیم تدید ہم بسیار بدیدیم و شنیدیم از میں ہا
حسن است کہ کارنگہ از گوش بگسرد سر گشتہ بہر سوئے ز تو گوشہ نشین ہا

یہ پوری غزل مرصع لکھی ہے۔ آخری شعر میں ایک نیا مضمون باندھا ہے۔

کہتے ہیں کہ حسن کے کرشمہ ایسے ہیں کہ ”نکاح“ کا کام ”گوش“ سے لیا جاتا ہے اگرچہ وہ کسی کو نظر نہیں آیا لیکن اس کے اوصاف کو سن کر بہت سے گوشہ نشین سرگشتہ اور دیوانہ ہو گئے۔ جو بات دیکھ کر پیدا ہونی چاہئے تھی وہ محض سن کر پیدا ہو گئی ”گوش“ اور ”گوشہ“ میں صنعتِ پنجبیس بھی ہے۔ گوشہ نشین سے زاہدانِ خلوت نشین کی طرف اشارہ ہے۔ شعر یہ نسبت مجاز کے حقیقت کا پہلو غالب ہے۔

عاشقستانہ

وادم دل صد چاک را بے بہرہ از ادراک آن نگرے بے باک را آن غمہ منفاک

در کا شادی جان من بگر مراد پرین دار و بدست خوشتر زان صبح ہم کیچکا

مطلب یہ ہے کہ میرے چاک ہائے گریبان میں خوشی و شادمانی کا سامان پوشیدہ ہے یہ گویا فرحت و مسرت کے دروازے ہیں۔ چنانچہ صبح نے بھی ایسے ہی ایک چاک کو حاصل کر کے مسرت و انبساط کا سامان فراہم کیا ہے۔ پوچھنے کو شعر اچانک گریباں سے تشبیہ دیتے ہیں۔ اور قاعدہ ہے کہ شب ہجران کے مصائب کا خاتمہ صبح نمودار ہونے پر ہوتا ہے۔

عاشقستانہ

نازم خدنگہ شوخ سوارِ سمندر کز سینہ ڈور کرد دل درمندر

تا کامیاب چیم ز برقِ جمالِ اوست سوز و سپند اشک علاجِ گزند را

عاشقانہ

بنگر بلاق ابرویش جان من قیاب را قندیل دل سوزے کر روشن میکند مچرا
پیش بصیرت سرسبز فرق نگاہ و آہنیت تا دیدہ مشتاق کردی ہر دل قیاب را
نیا مضمون اور نئی تشبیہ ہے نگاہ کا قلعن آنکھ سے اور آہ کا دل سے ہے چونکہ دل قیاب
دیدہ مشتاق بن گیا ہے اس لئے کہتے ہیں آنکھوں میں نگاہیں نہیں ہیں بلکہ دل قیاب کی
آہیں ہیں۔ اس طرح درحقیقت نگاہ و آہ میں کوئی فرق نہیں رہا۔

عاشقانہ

کہ موج دریا گشتہ ام مادم گہے گرداب را بسیار کردم جستجو آں گوہر نایاب را
سیرم نبار زد شر تبے سوز دہاں لب تشنگی کہ ز لعل جاں بخش کسے خواہم کشیدن آب را
گر صدامت می کنی اترنا سکايت شنوی بر ساز بے آواز مالے جاں مرن مضراب را
عقل بک عرقبت عاجز بشد در جوش عشق آہے خسے گیر دغاں چوں تندر و سیلاب را
مذکورۃ الصدر تمام اشعار لطیف و نازک تشبیہ سے مملو ہیں۔ عام طور پر ان کے ہاں
تشبیہ و استعارہ کا استعمال کثرت سے ہوا ہے۔

تصوف

در ضمیرم چو حسرا و نیت مرا نفسے نیست کہ ہونیت مرا

عاشقانہ

پائے آں سرورِ داں چوں بوم لب بکام لب جو نیت مرا

اخلاق

فرصتم نیت ز شکر تے دوست کہ شکایت ز عذر نیت مرا

عاشقانہ

منوی کند خورشید ریش چشم دیدن را حدیث او نماید پر گہر گوش شنیدن را

من بیدست دپا تا کے نیام ہم گل چاکے
چنوں دستے عطا کن جببے امانم دریدن
دل افکار محو خارا و ہی باشد
چہ لذت می دہد شوخی تر گانش خلیدن
حجاب جلوہ جاناں ز آن سودہ کجاست
دو چشم خود تصور کردہ ام دیدن نہ دیدن
ز بس فریاد و مہم از دل بے مدعا دارم
چہ رنج از من شنیدن را چہ زحمت نیشن
اسیر و نیفتد هیچ کہ در بند آزادی
کہ دارد در گرہ ہر حلقہ دہش رہیدن

تو اتم عشق پر کردن کنوں دامن صد حسرت

کہ خرمن کردہ ام زیں بلغ گلہائے پچیدن را

خیال بندانہ شعر ہے۔ ایک سلیبی مضمون کو اثباتی حیثیت سے پیش کیا ہے۔

عاشقانہ

برقع کسے ندیدمہ و آفتاب را
بردار اے نگار ز رویت نقاب را
مست نظارہ تو مئے نور می کشد
خوش طالعے کہ کرد قح آفتاب را
بالکل نئی تشبیہ ہے۔ فرماتے ہیں کہ تجھ کو نظارہ کرنے والا گویا شراب نور پی کر مست ہو گیا ہے
وہ اس خوش نصیب شخص کی مانند ہے جس نے آفتاب کو قح بنا لیا ہو۔ آفتاب کو پیالہ سے
تشبیہ دیجاتی ہے۔ معشوق کا چہرہ بھی مثل آفتاب ہوتا ہے اس کا نظارہ کرنا گویا آفتاب کو قح
بنانا اور شراب نور پینا ہے۔ تشبیہ و تشبیہ نے اس شعر میں خاص لطف پیدا کر دیا ہے۔

تصوف

نرا از نور تو بنیم چو شد بیکار چشم من
ز پیش رو من ایں پردہ ہا سوائے بکشا
ز سودایت جہاں شد بار بر مردم سرت گوم
بکن یکہ جلوہ شوخی و بخت دیدہ را بکشا
اس شعر کو الفاظ مناسب کے اجتماع نے اعلیٰ مراتب بلاغت پر پہنچا دیا ہے مضمون کے
لحاظ سے بھی شعر نوادرا افکار میں شمار کرنے کے قابل ہے۔ اس میں قدرت کی اس فیاضی
کی طرف اشارہ ہے۔ جس کی طلب میں بعض اوقات سارا جہان انسان پر تیرہ و تار ہو جاتا ہے

کہ یکا یک برقِ تجلی حکمتی اور تاریکی نور سے اور تکلیف و مصیبت راحت و سرور سے بدل جاتی ہے۔

عاشقانہ

تغافل بند ہا بقیار ہی ہا من سما کے گریزاں صبر تا گرد درہ جو روح جفا بکش

اخلاق و تصوف

نگاہِ رحمت اور چارہ درد دلم داند نسیم صبح را نقش چہ حاجت غنچہ ہا بکش

عاشقانہ

شرمندہ نیاز کم ناز یار را تپا پر شے کند من زار و زار را

بے ثباتی دنیا

دائم بیانیہ پایہ ایں زندگی بود ایں سقف بے ستون نہ نذر اعتبارا

عاشقانہ

در سوزِ عشق بسکہ بود زندگی دل ز آتش جدا مساز دے ایں شرار را

زلف و روشِ نگر و دل زندا ہب بردار کافر زلف بشو جز خوشایاں مطلب

زلف کو زندا ہب سے اور خسار کو ایمان سے تشبیہ دی ہے۔ زلف کا لازمہ پریشانی ہے

اسی طرح زندا ہب کی کثرت اور فرقہ بندیاں انسان کے یقین کو متزلزل کر دیتی ہیں۔ اس لئے

شاعر اس مایہ پریشانی و انقراق کو چھوڑ کر حصول ایمان کی جانب متوجہ ہونے کا مشورہ دیتا ہے

اس وسیع مضمون کو "کافر زلف بشو" اور "جز خوشایاں مطلب" جیسے مختصر جملوں میں ادا

کیا ہے۔

عاشقانہ

در میاں نیت کنوں چوں سخن بوسن کنار دل خواہ از من ناکام و در گرجاں مطلب

عاشقانہ

نہ تباہی بدل دارم نہ رلب شیونِ امشب کہ زلفِ درمیش اندوہن برہم زنتِ امشب
 کجا گنجِ زبیری بد امانِ سحرِ آحشر گلِ عیش و سرور من کہ خرمینِ خرمینِ امشب
 گرفت از من کنارِ آں بحرِ خوبیِ تشنہ می بودم مقرر بود گوی از پئے بوس و کنارِ امشب
 چہ خوشِ خواہیکہ بخت من بہ بیداری ہی بند کہ صیادِ دلِ عالم مرا باشد شکارِ امشب

اخلاق

کن دُور گردِ حرصِ چو باشی صفا طلب گری کشی چراغِ دلِ خود ہو اطلب
 بہت اچھی تشبیہ و تشیل ہے۔ فرماتے ہیں اگر دل کی صفائی حاصل کرنی ہو تو حرص کے
 گرد و غبار کو دور کر دو اور اگر مقصود نہیں ہے بلکہ اپنے دل کے چراغ کو بجھا دینا ہی
 چاہتے ہو تو حرص و ہوا کی پیروی کرو اس کے باعث چراغِ دل خود بجو و بجھ جائے گا
 ہوا کا لفظ ذہنی استعمال کیا ہے ہوا کا چراغ کو بجھا دینا بدیہی الثبوت ہے۔

اظہارِ مصیبت

بر سرِ قنادِ بارِ بلا استخوانِ تنگن ز بہارِ شرحِ آں زمینِ تپلا طلب

تصوف

دنیا و آخرت طلبِ عامِ مردم است بیگانہ شوزِ خلق و مراد سے جدا طلب

عاشقانہ

عہد ہائے تو یادِ بادِ ترا آنچہ تو گفتہ مرا یاد است
 بندِ زلفش دراز دید و بخود دل گماں می برد کہ آزاد است
 یہ دونوں شعر سہل ممتنع ہیں۔ موزن الذکر شعر میں ایک وسیع مضمون کو چند مختصر
 الفاظ میں ظاہر کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ دل نے اس کی زلف کی بندہنوں کو دور از دہکر

بجائے خودیہ گمان کر لیا ہے کہ وہ آزاد ہے حالانکہ واقعہ ایسا نہیں ہے پرندہ کے پاؤں میں جب لامبی ڈوری باندھی جاتی ہے تو وہ خیال کرنے لگتا ہے کہ آزاد ہے اور اڑنے کی کوشش کرتا ہے۔ لیکن اس کو بہت جلد معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ بدستور گرفتار ہے یہی حالت دل کی بھی ہے۔

عاشقانہ

روپوش منو یا رکہ در خوابِ خیالت صد بار بدیدیم و ترا بسِ خبریت
بیچارہ من چشمِ زخمِ چہ توں کرد بقند مرا بر تو چو مردم چہ توں کرد
از گریہ مرا چارہ نباشد بفرات بے مہر بود جلوہٴ آہِ جسمِ چہ توں کرد
اس شعر میں اشکوں کو انجم سے اور معشوق کو آفتاب سے تشبیہ دی ہے جس طرح آفتاب چھپ جاتا ہے تو تارے نکل آتے ہیں۔ اسی طرح تیرے فراق میں بلا قصد و ارادہ میرے آنسو بہنے لگتے ہیں۔

عاشقانہ

صد خواہش دل تا بلبلم آمد و برگشت نے صبر نہ یارِ اکلم چہ توں کرد
بیزارِ انصاف چو شد یارِ سنگار خاموش نشینم نظمِ چہ توں کرد
جو راست و جفا شیوہ خوابِ دلِ آرا بالطبع جنیں اندجکم چہ توں کرد
آمد کہ برد دلِ ز ادب مہج نہ گفتم دستے کہ بدلِ دامنش پیش دہن شد
نہایت لطیف پیرایہ بیان ہے مضمون یہ ہے کہ وہ جب دل لینے کے لئے آئے ہیں بوجہ ادب کچھ کہہ نہ سکا جو ہاتھ دل کو تھامے ہوئے تھا۔ اس نے میرے منہ کو بند کر دیا۔ اضطراب اور مجبوری کی کیفیت کو اس سے بہتر طریقہ پر نہیں بیان کیا جاسکتا
باشد بدلم آنچه مرا در زبان است در شکلِ زبانِ لختِ دل من بین
زبان اور دل کی موافقت کی یہ ایک بہترین تمثیل ہے

عاشقانہ

می تو اے سان فکرون ل صد چاک را زان نگہ گر رشته و سوزن ز ترنگان میر
نہایت بدیع تشبیہ ہے اور پھر معاً واقعہ کے مطابق بھی ہے۔

تصوف و اخلاق

کشتی امید را صد رخنہ بیمت و باز بر کنارِ عفو تو از بحرِ عصیاں می رسد
کہتے ہیں کہ امید کی کشتی میں اگرچہ خوف سے کئی رخنہ پڑ گئے ہیں لیکن گناہوں کا دریا
اس کو عفو کے کنارے پہنچا ہی دیتا ہے۔

عاشقانہ

گرمی ہنگامہ پروانہ یک سہر تو خند تا نگاہ شوق مارا شمع محفل کردہ
ساکاں را مایہ آرام شد سر گشتگی (تصوف) جادہ دشت طلب گوئی کہ منزل کردہ
عاشقانہ

باناں جہاں سوز بکوش گزرافتاد چو شمع مرا شعلہ رستق سفر افتاد
در بزم چو برجام شہرا بزم نظر افتاد چشم تو بیا دآمد شہوم ز سر افتاد
عشقت ہمیں پیرو جواں را برفتاد این آتش تیز ست کہ دھوکہ زرقا
انگرمیوزاری شب روز چو حال در عشق کسے کا چو باز روز زرقا
بر نامہ یک ز رویش زان لب شیریں شوریدہ دل من با امید و گرافتاد
جبران جمال تو ندانکہ در آن لف دل از نظرش یا کہ نظر بشیر افتاد

زین گو نہ مصیبت چو خانہ زاد باشد
در دہلے کہ دارم در اشتداد باشد
بر آتش درونم حرف تو باد باشد

نالاں بنا امید دی در ہجر او چہ باشد
از صبر افراسا ہ ہر خید چارہ جہتم
باضحہ ہذا یہاں تا زور و ترسوزم

سر مجھے زنجیر و تانبے لفافہ و نفہد دل
 یہاں چنداں پریشان شد کہ مطلب کیا گم شد
 مطلب یہ ہے کہ دل نے اس کی زلف کے پیچ و تاب کی تشریح کرنی چاہی
 لیکن اس کا بیان اس قدر پریشان ہو گیا کہ مطلب ہی درمیان سے گم ہو گیا۔ اس
 شعر کو حقیقت اور ظاہر دونوں پر محمول کیا جاسکتا ہے
 زبانِ شمع روشن جانِ من باشد زبانِ من
 زبانِ من اگر گم شد یقیناً اند جانِ گم شد
 زمین باقی ہمیں بود و گشت را جستجو کر دم
 کفِ خاک پریشان گشت و گشت استخوانِ گم شد
 بے رنگ ملامت از سبک مغزاں ہی باشد
 تحمل بود گر مارا دریں بار گراں گم شد
 بیسے کم سمجھ لوگ موقع و محل کو نہیں دیکھتے۔ ملامت شروع کر دیتے ہیں ایسے وقت
 بردبار سے بردبار اشخاص بھی اپنے تحمل کو ہاتھ سے کھو بیٹھتے ہیں یہ غزل نظیری کی
 مشہور غزل پر لکھی ہے۔ اس میں ایسے اشعار کا نکالنا ایک نچتہ مشق اور لطیف الطبع
 شاعری کا کام ہے۔

مراد دل غمیت پر داند دادند	ترسوزا و ترا پر داند دادند
دوائے دردِ من غربت شد آخر	کہ رحمت بیش از میں خانہ دادند
نشد کوتاہ و عمر آمد بپایاں	بیا دما عجب فسانہ دادند
بکشت حسن آب و داند دادند	فریت لے دل فرزا دادند
چہ می یرسی ز حالِ عاشقان	دل و جاں در ریش مرزا دادند
دلِ کشتی بحر آشنائی	کہ سسکاں در کفِ بیکانہ دادند
ز حق مہربتاں خواہم کہ از دل	مرا ہم کعبہ ہم بت خانہ دادند
قرعہ فالِ من کنوں وہ چہ فلک بکام	ناز مکن بیا نگویا کہ شدی تو نام زد
شکر گزارِ سماں چون شود نہاد	حرفِ خامشی بہت با ہمہ کلام زد
مہر سپہر بے ثبات آئینہ دار آفتاب	صبح اگر نواخت اور بر خاکِ شام زد

پیک صبا جز آہ سرد از تو حکایت نہ کرد
آتش ناز در دلم آہ ازیں پیام نہ
لے کہ با من نامزد گشتی بے عالم ہوشدار
تا نگودی در جہاں بد نام و رسوائے دگر
چوں شود انجام کار عشق یا رسنگدل
من یکے بے صبر و دل ہم تا کی کیا ہے دگر
گل بجائے خار و ٹہیل زار باشد دھن
رفت اور بہر تماشا شد تماشا ہے دگر
راہ او مشکل گزار و من ہمیں سرگرم شوق
یا نہا دم رفت طاقت چوں نہم پا دگر
یار بترجے بدل سخت یا بخشش
یا صبر وافرے بمن بقرار بخشش
وردی غصہ صاف طوب ہر چہ میدی
ساقی ز دست تست مرا خوشگو بخشش

یہ اشعار لطیف و سلاست اور لطف زبان کے خاص طور پر قابل ملاحظہ ہیں
از پائے فگندست مرا شوق رفت
بے سایہ خدایا نشود سرور دانش
معراج من دل شدہ اے چرخ ہمیت
رفتم اگر از پائے بغیتم بزبان
نہایت بیخ شعر کہا ہے - شاعر آسمان کو خطاب کر کے کہتا ہے کہ میرے لئے بھی معراج
کافی ہے کہ میں اس کی محبت کی راہ میں اس طرح لاکھڑا کر دوں کہ میرا ذکر اس کی
زبان پر آجائے۔

چرخ کا لفظ اور رازِ پادشاہان اور بزبان افتاد کا تقابل اور اس معراج
کے مضمون کا استنباط تراکت خیال اور بلاغت کی اعلیٰ مثال ہے۔

زخم چو کند شکوہ لب شنگی از تو
از تیر دگر باز تو انست و ہاش
یہ شعر بھی تغزل کا بہترین نمونہ ہے کہتے ہیں کہ اگر میرا زخم تجھ سے لب شنگی کی شکایت
کرے تو اس کا علاج بہت آسان ہے - ایک تیر اور لگا کر اس کا منہ بند کر دے
شاعر نے مشق و ستم میں معشوق کی کوتاہ دستی اور اپنے حلیں لذت آزار ہونے
کو نہایت لطیف پیرایہ میں ظاہر کیا ہے۔

آخر چو گویت کہ چہ برن رود و چہ بر
ہرگز نگشتہ ام چو دے ہم ندیم خوش

کہتے ہیں کہ ہجر میں جو کچھ مجھ پر گزری اس کو کیونکر بیان کر سکتا ہوں جب کہ مجھے ایک لمحہ بھی اس کی فرصت نہیں ملی کہ میں اپنی حالت پر غور کرتا اور اس کو سمجھ سکتا۔ اس وسیع مضمون کو ندیم خویش "دو مختصر نغطوں میں" ادا کیا ہے۔

عین یقین زردے تو مارا نصیب تاکہ بسر بریم با امید و بیم خویش

اس شعر میں مجاز سے زیادہ حقیقت کا پہلو غالب ہے۔ کہتے ہیں۔ تو نے اپنے رُخ تاباں کا جلوہ دکھا کر ہم کو عین یقین کے رتبہ پر ابھی تک نہیں پہنچایا ہے آخر تک ہم اس امید و بیم کی حالت میں بسر کریں۔ ایمان خوف ورجا کی درمیانی حالت کا نام ہے۔ لیکن سالک اس حالت پر قانع اور اس مقام پر ٹھہرے رہنا نہیں چاہتا بلکہ عین یقین کے درجہ پر پہنچنا اور "لو کشف العطاء لما ازدادت یقیناً" کی کیفیت حاصل کرنے کے لئے چھین رہتا ہے۔

اے عشق دیدہ کہ جہانی نمودہ ام

حیران تندرستی فکر سقیم خویش

شب زلفش کہ ہر دم بادِ چشم جلوہ اندوش	سر خورشید من آمد فردرغل مددوش
لب لعلش کہ خط سبز دارد مشک آلودش	نغاں زیر آتش خاموش عالم سوزِ دردوش
بدل گرد غم دوراں بلائے بودائے ساقی	زلطف توئے روشن از یں بیتہ بردوش
رخس در سادگی سوز دل و جاں امیدم	چہ خواہد کرد ایں تشنایاں چو شمشادوش
تا شیر گرم آہ سحر آزمودہ ایم	تا پردہ ز آفتاب رخ او کشود ایم
داریم چشم عفو خطائے چورقہ است	با خود نہ بودہ ایم اگر با تو بودہ ایم
نازم بضعف خویش کہ اندر ہواے عشق	پرد از ہا بسوئے تو بے بال و پر کنم
تم کے در آرزوئے تو یک دم نظر کنم	بگزارتا بروئے تو یک دم نظر کنم
از سوز دل چو قصہ شوق تو سر کنم	در خامد جائے خوف سرا سر شر کنم

حُسنِ چوں عشقِ چو در بندِ حیا می بینم
چشمِ هر حلقه که در زلفِ رسامی بینم
کس ندیدست و مبادا که بر بندِ گاهِ

آسوده نگر دم نه ز زلفِ تارِ شبنم
انگشتِ نایم کندم مشعلِ آہم
عیشِ دگر ایں را بچشم از چہ سنجش
گشتم فبا رخِ طریوسف جمالِ خوش
لطف و غضب بود کلِ رعنائی باغِ حُسن
گر چشمِ یار می کند ادا گردنش
در گردِ راه منزلِ مقصودِ گمشدست

چشمِ جانان و لبِ خویش نه دایم
در تماشا سائے رختِ رو بقفایِ نیم
آنچه از دیدہ مشتاقِ ششما می بینم

تا آنکہ بخویش آیم و بایا بشنیم
گر بر رہ تو ہم به شبِ تارِ شبنم
ہر جا کہ روم با دل افکارِ شبنم
گردے نیم کہ پیرویِ کارِ دامن
نظارہ بہارِ خوش ایں دامن
ایدل تلافیِ ستمِ آسمان
یارب چه فکر غارتِ ایں کارِ دامن

غیرت و رشک

از رشکِ نقشِ پایے چو پرداغ شد دم
چندان طپم کہ راہِ ترا بے نشان کنم

عاشقانہ

گوشِ کن من بخود ایں حرفِ شنیدنم
بادِ در کوچہ آں زلفِ وزیدنم
بشتِ آں دستِ نگارِ نقشِ گزیدنم

کس را نماند سیجِ دگر اعتبارِ من
من نیز ہم برائے تو باشم بکارِ من
از من کنارِ گیر و بیا در کسارِ من
بشکتِ چشمِ او بنگاہِ نمازِ من
چندان بکشد دم کہ بر تم ز خاطرش (ضعف و توان)

ایکے گفتی کہ منتِ رُوئے بدیدنم
تا پرشیاں نشود بوئے جواداریِ من
گو بیا لائے بخونِ دلِ من بچہ خوش

بر وعدہ تو بود چو دار و مدارِ من
از بہرین چنانکہ تو ہستی بکارِ خوش
با قربِ معنوی چه بود بعدِ ظاہری
عمریتِ گر چہ ست سے ہوشِ بودہ ام
چندان بکشد دم کہ بر تم ز خاطرش

امید استوار من و عہد است او
بر خود گذاشتند سر اسرمدار من
امید داری

در عرض آرزو نہ کنم عشق کو ہستی
باشد شود قبول یکے از ہزار من
تا شیر شعر کی وجہ

آویزہ گوش دل جاں شعر تر من
کز بجز نسیم عشق تو خیر و گہر من
شیات و استقلال

با این ہمد و اشتگی از جائے زرقم
کوئی کہ مقام ست بمنزل سفر من
محبت کی مالگیری

مہر از دل اورفت و گرفت ست بعالم
از شک در آئینہ بیامد شر من
نا کامی

از نیم نگاہے نکشادی گرہ دل
بر بستہ تشد آرزوے این قدر من
تحیل

عمرے ست غم سر کہ گرفت ست رخوش
باشد بگریبان خیال تو سر من
تا شیر عشق

عشقش چہ اثر داده زبان و سخن را
آں شعلہ من باشد و این شد شر من
بنگر کہ رخ خوب تو دیدن نتوانم
چوں دست ز یابم بفشانند نظر من
ہرگز نہ رسد با ہمہ جہد یکے کہ نمودم
بر پائے چو سیم تو رخ ہچوز من
دائیم بہ تماشائے گلستان خلیل است
از داغ جفائے تو دل دہیدہ ورن
سرگشتہ دوزنک شعبہ با زم
آغازے و انجام ندارد سفر من
مانند چراغیکہ بسوزند ز آتش
شمع رہ شوق تو بود چشم تر من
در منزل دیوانگی و دشت خود ہم
جز من نبود هیچ کس را ہر من

جزا ختر تابندہ بختم کہ مناید
یک رنگی آئینہ ز شام و سحر من
از جزبہ خاک رہ الفت چہ گویم
پس تر بفتد ہر قدم پیشتر من
بر گشتم آخر شکند نخوت و نازش
در دست شکست بہمانا ظفر من
بیچیدہ بود عشق رہ قطع تعلق
کو را ہرنے تابشود راہبر من

گرہ بازلفِ او چوں رشتہ جہاں مٹیوں کِون
بدل جمعی خیالاتِ پریشاں مٹیواں کِون
مطلب یہ ہے کہ اس کی زلف سے وہی نفلت ہے جو جسم کو جان کے ساتھ ہے اگرچہ
تہ تکلیف و پریشانی سے خالی نہیں لیکن انسان کی فطرت ہی ایسی واقع ہوئی ہے کہ وہ جمعی
کی حالت میں بھی پریشاں خیالی سے باز نہیں رہتا۔ اور اس کو چین سے بیٹھنے میں مزا
نہیں آتا۔

جسٹوں بند نقاب یا رخنداں مٹیوں کِون
چہ در ہا و از یک چاک گریاں مٹیوں کِون
یعنی بند نقاب یا رکِ گرہ اگر کھل سکتی ہے تو دست جنوں ہی سے کھل سکتی ہے
اور اس کو اس کے خنداں ہونے سے تعبیر کیا ہے۔ کیوں کہ مجنوں کو دیکھ کر ہنسی اڑائی
جاتی ہے کہتے ہیں کہ ایک چاک گریاں سے جو دست جنوں کا رہین منت ہے۔ کیسے
کیسے فتوحات حاصل ہوے۔ اور کتنے خوشی و مسرت کے دروازے کھل گئے ہیں۔
نظر زنجیر دل۔ در گوشہ چشم تو زندانش
ازیں بے سرو پا را چہ ماں مٹیواں کِون
دل جیسے بے سرو پا مجنوں و لاعقل کے لئے اس سے بہتر اور سامان کیا کیا
جا سکتا ہے کہ تیری نظر کو اس کی زنجیر اور تیرے گوشہ چشم کو اس کا قید خانہ بنایا جائے۔
باغ سینہ پر داغ چشم خونفشاں ریزد
شر رہائے کہ از شبنم بہتساں مٹیواں کِون
تشبیہ کے لحاظ سے نہایت بدیع شعر کہا ہے۔ سینہ پر داغ کو باغ سے آنکھ
کی خونفشاں کو شبنم سے۔ اور شبنم کو شراروں سے تشبیہ دے کر یہ مضمون پیدا کیا ہے
کہ جو کام شبنم کے شرار سے باغ میں کرتے ہیں۔ یعنی رنگ برنگ کے پھول کھلاتے ہیں۔

وہی کام میری آنکھوں کی خوفناکی میرے سینوں کے داغوں کے لئے کرتی ہے۔

نمایہ گریہ مانیز گریزنگ تاثیر سے
گل صد کام درد اماں حراں متیواں کرنا
پیشانی

دلا زیں شکوہ بیداد و سر یا د جفا بگزر
پیشماں گرشوی اور اپشماں متیواں کرنا
راہ گرم ماسوز دل خود آن بت کافر
بلے ایں شعلہ را در سنگ پینہاں متیواں کرنا

عاشقستانہ

بہوئے آہ سردم دل بے نواشتہ
چہ خوش ست غنچہ کو برہمباشہ
جس رہ ادب ہا بسترانہ خموشی
گر ہے بشد فغان و بگوئے باشتہ
پئے دیدنم بیازد و گو کہ آفتاب ست
تو سوار شو کہ او ہم شود از جاشہ
بخشاز بند بندش گر ہے ز کار ماییز
کہ تکلف تو دل تنگ ہمہ در قاشہ
شدہ طیب لہا نظرے عشق حیراں
کہ بدرد بید و از اں لہ جانفراشہ
تغزل کے لحاظ سے یہ غزل بہترین کہی جاسکتی ہے۔

عاشقستانہ

تام خواہش دل را بیک ادا کر دی
چلو میت کہ چہ بر جان مبتلا کر دی
دوائے عشق وصال و ندیدنت پر سیز
تو ز ہر حیر چشاندی مرا خطا کر دی
ہنوز کشمہ بیداد و خنجر نازم
تدار کے گنمت گفتی و کجا کر دی
پرزور نا توانی کو آب ارغوانی
باز آیدم جوانی ساتی چو مہربانی

بیسربانی

مقصود ہا نہانی انکار ہا عیبانی
مایم و نیز بانی یارست و خوش بانی
من جن ظن فرودم در خدمت تو کم کم
آخر یقین شد اینم بیاریدگی سانی

از گریہ خاک بر سرِ ایں اُبرو کنی خوش باشد آبتِ تازہ رواں گریہ کنی
 مکشائے دیدہ جز بہ رخِ دوست زیرِ بہار ایں چاک را بسوزنِ شرکاں رفو کنی
 ذیل میں ان کے چند منتخب اردو اشعار بھی درج کئے جاتے ہیں تاکہ اردو میں
 ان کی طرزِ سخن گوئی اور طبیعت کی جولانی کا اور اس زمانہ کی زبان کا کسی قدر اندازہ
 ہو سکے۔

راہِ طلب میں گرم روی وہ کہاں ہے؟ مشتبہ غبارِ اپنا پس کا رواں ہے اب
 دل جا چکا تو سوزشِ آہ و فغاں ہی آتش تو بجھ گئی پہ نکلتا دھواں ہے اب
 کیا فائدہ میری جستجو کا کھویا میں گیا ہوں اس کو پا کر
 مجلس میں ذلیل ہم نہ ہوتے دیتے نہ اٹھا جو تم بٹھا کر
 سنتا نہیں میری میں سنوں کیوں جو چاہے سو تو مجھے کہا کر
 دوری اہلِ نظر سے مانعِ نظارہ نہیں آئینہ ہے کہ ترا محو تماشا میں ہوں
 دل اگر سرد ہوا داغ کے مرجھانے سے عشق کہتا ہے نہ کھا غمِ حینِ آرا میں ہوں
 قابلِ دید ہے یہ جوشِ بہارِ تازہ گل ہے سودا ترا اور طبلِ گویا میں ہوں
 توڑ کر عہد کبھی تم نہ پیشیمان ہوئے سر سے لے تا بقدمِ شہرِ تم تقاضا میں ہوں
 کیا کہوں کس سے کہوں کون ہو سنتا ہے عشقِ نرم میں ہوں بھی اگر جان کہ تنہا میں ہوں
 کیا شوقِ دوسرے لبِ ساتی ہے دیکھئے کب مثلِ جامِ بادہ مرے لب پر جاں نہیں
 ظاہر ہوئی کشش نہ نمایاں ہوا ہے زخمِ غزہ نہیں ہے تیرو ابرو کساں نہیں
 غم تیرا کیا بسا دلِ خانہ خراب میں دلِ جسم میں نہیں ہے مرے دل میں جا نہیں
 غم تیرا تیرے آنے سے دل سے نکل گیا سچ کہتے ہیں کہ عیش و خوشی جاوے نہیں
 آرام کے خیال کا دل پر جو ہو گزر کہتا ہے دردِ دور کہ خالی مکاں نہیں
 ہوائے شوق میں لڑتی ہے حسرتِ پرواز جو بند ہوں میں تنفس میں تے کیا کروں پر کو

سبھی ہیں یزید میں غش کسرا سے چلتا ہے
 بروز حشر بہت گرم ہو رہے خورشید
 تمہارے دیکھنے کا شوق ان کو یہ ہوا دیکھو
 نہ جاسکتے ہیں ساتھ ان کے نہ ان کو روک سکتے ہیں
 دلِ خونی ہمارا بھی کر دیا مال احساں ہے
 اسی خواہش میں اے گل و مہدم بخود میں تھے
 طریق عشق کے بسا لگوں میں نے دیکھا ہے
 چہرہ تاباں کو اس کے مے سے روشن دیکھئے
 منتخب سے بڑھ کے میں ہوں شربِ شمن دیکھئے
 ملے جو ہاتھ سے ساقی کے پاؤں ساغر کو
 کروں گا چادر سراپے دامن ترکو
 کہ جان و دل ہمارے دونوں آنکھوں میں ابھیر
 انہی کی مہربانی ہے جو ہم بدیت دیا ٹھیرے
 عبث تم دستگیر طائرِ زنگِ حنا ٹھیرے
 کہ ہم بھی جیسے کچھ مینا مگر یکہ صبا ٹھیرے
 گئے چل ابتدا میں کچھ تو پھر بے اتھا ٹھیرے
 آتش آتش کے لئے ہوتی ہے روغن دیکھئے
 طوق میرا ہاتھ اورینا کی گردن دیکھئے

اخیر میں اپنے دوست مولوی عمر الیافضی صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ جن کے
 اہتمام اور نگرانی میں یہ دیوان طبع ہوا۔ بعض ضروری نوٹس بھی چند مقامات پر تحریر فرما کر صاحب
 موصوف نے مجھ کو ممنون فرمایا اور کاپیوں کی تصحیح میں بیش بہا مدد دی ہے۔ والسلام

عثمان پورہ حیدر آباد کن
 محمد عبدالباسط
 ۶ ارمحرم الحرام ۱۳۵۹ھ

حضرت عشق کی زندگی

کے کچھ حالات

راقم المحسوف نے بوقت ترتیب دیوان مولوی عبدالرب صاحب مدظلہ
غسٹہ حضرت موصوف سے اپنے ایک خانگی خط میں درخواست کی تھی کہ وہ
حضرت عشق کے چشم دید حالات سے مطلع فرمائیں تاکہ ان کو دیا چھ میں
درج کر دیا جائے۔ صاحب موصوف نے اس کے جواب میں جو حالات
تعمیر فرما کر بھیجے ہیں وہ حضرت عشق کے پایاں عمر کے حالات کی ایک
بے نقاب تصویر ہے اس لیے غسٹہ اس کو درج ذیل کیا جاتا ہے۔ غالباً اس کا
مطالعہ ناظرین دیوان کے لئے خالی از دھچی نہوگا۔

چند روز پہلے آپ نے فرمائش کی تھی کہ ہمارے نانا جمل الجنۃ ماواہ کے کچھ حالات
لکھ بھیجوں۔ خط دیکھ کر میں سوچتا رہا کہ کیا لکھوں۔ ان کی رحلت کے وقت میں طفل چہار رو سالہ
تھا۔ ان کی زندگی میں کوئی ایسی خاص بات نہ تھی جو سپرد قلم ہو سکے سوائے اس کے کہ چٹائی
پر بیٹھتے تھے۔ تالین شطرنجی نصیب نہ تھی۔ نہ کبھی اس کا ان کو خیال آیا۔ کھانا اچھا کھانا چاہتے
تھے۔ اچھا کھانا کبھی سیر نہ آیا۔ طبیب حاذق تھے۔ ہاتھ میں شفا تھی۔ لوگ متفقہ تھے بیٹھے
حلو سے لوز وغیرہ بعض لوگ بھیجا کرتے تھے۔ کھانے والے بہت تھے۔ سب سے بڑے حقدار
اور تماز حقدار ہم تھے۔ زیادہ حصہ ہمارے پیٹ میں جاتا تھا۔ میٹھے کھاتے تھے۔ اور انجی
گودا اور سینہ پر سوتے تھے۔ پوری ناز برداری ہماری ہوتی تھی۔ یہ بھی کم عمر
تھے مگر نفیلت اور فوقیت ہم کو حاصل تھی۔ مار ^{۲۲} عیسیٰ روپیہ وظیفہ ملتا تھا۔

اور گھر کی کئی چھوکیاں بھوکے سب اسی وظیفہ میں پرورش پاتے تھے۔ بڑے دیگیوں میں موٹے چاول کا خشک دالچہ اور ایک ترکاری سالن بکتا تھا عرصہ تک بھی نہیں پرورش پاتے تھے باہر ہمیشہ دو تین مہمان رہتے تھے۔ پہلے کرایہ کے مکانوں میں رہتے تھے۔ آخری زمانہ میں موٹر خانہ (بیرون دروازہ چادر گھاٹ) کا مکان عبدالحی صاحب (فرزند اکبر) نے سات سو روپیہ میں کلائی سے خریدا تھا۔ جو نہایت مختصر تھا۔ پہننے کو کپڑے زائد نہ تھے۔ سات آٹھ پاجامہ کرتے۔ مین چار شیر و انیاں سفید جن کو ”انٹری“ کہتے تھے اور چمپواری کے تین چار شاہہ تین چار موٹے ململ کے عملے تھے۔ بریلی کا صرف ایک چڑھاویں جو نا تھا باقی خیریت۔ کھیریل کے مکان میں عمر گزاری۔ ۲۲ گھنٹہ شطرنج کا تختہ بچھا رہتا تھا۔ آٹھ آٹھ روز مسلسل بازی چلتی رہتی تھی۔ سید ابراہیم صاحب عفو کے اول پیر ایک ایک مہینہ شطرنج کھیلنے کے لئے مہمان رہتے تھے نواب اسد علی خاں معروف بہ اسد میاں صاحب دودھنٹے صحبت میں رہتے تھے۔ اپنے گھر سے کھانا منگا کر کھاتے تھے۔ امیر اللہ صاحب امیر اور عباس علی خاں صاحب بھی اکثر شریک شطرنج رہتے تھے۔ اسی انہماک میں مطب گرم رہتا تھا کوئی آکے کہتا کہ بیگم صاحبہ کورات بھر بخار رہا تو سو سو بار شطرنج کے تختہ پر نظر جمایا کہتے رہتے کہ بیگم صاحبہ کورات بھر بخار رہا، بیگم صاحبہ کورات بھر بخار رہا، کوئی کہتا کہ حضرت ”کھانسی چھین لینے نہیں دیتی تو حکیم صاحب بھی فرماتے چلے جانے۔ کہ ”کھانسی چھین لینے نہیں دیتی“ پھر نسخہ ارشاد ہوتا تو جمال جو کمیونڈر تھا دو ا بنا دیتا۔ ایسی حالت میں سچا سوں شیشے قاروروں کے دیکھتے اور نبض بھی دیکھتے مگر نظر تختہ پر رہتی دوا بھی ایسی تجویز ہوتی جو تیر بہدف ہو۔

مرزا سالک کے پاس کبھی مشاعرہ ہوتا کبھی منی راجہ کے منہر زند کے پاس تو شطرنج سے فارغ ہو کر غزل بھی لکھا کرتے۔ آخری زمانے میں خطاطی کا شوق پیدا ہوا تو زرین رقم خاں مدراسی کے شاگرد بنے۔ استاد صاحب شاگرد صاحب کا

ادب و احترام کرتے خود ہر دوسرے چوتھے روز گھر پر آکر اصلاح دیتے۔ فلسفہ کے مہیوں ریم شوق میں سیاہ دسرخ ہوتے۔ خط بھی بہت درست ہو گیا تھا، نانا صاحب کا پھیل کر دیا ہوا بروکا فلم اب تک تبرگامیرے پاس ہے۔ اس اثنا میں فارسی کے بعض رسالے اور کتب مجھ کو پڑھاتے بھی تھے اور ازبر کراتے تھے۔ مثل کوکب دری و غمیسرہ۔ شطرنج سے فرصت ملی تو اقربا اور احباب کی تداوی اور عیادت کو بھی پیدل جاتے تھے۔ ہراج سے بیکار چیزیں کثیر مقدار میں خرید کر لاتے۔ دو ہراج خانوں کے دو مالک انگریز تھے روپیہ کے لئے ہمیشہ تقاضا رہتا۔

نواب مختار الملک کے پاس قدرد عزت تھی نواب صاحب کے انتقال کا بڑا صدمہ ہوا۔ رات کے ۸ بجے نواب صاحب کا انتقال ہوا۔ دس بجے رات کو دیوڑھی سے گھر آئے ہماری نانی نے پوچھا (کھانا کھاؤں) تو کہنے لگے کہ کھانا دینے والا چلا گیا میں کیا کھاؤں۔ ویسے ہی سو گئے۔ میں بھی ان کی گود میں سو گیا۔ غرض حرص و دلچ دنیا کے مال و منال کا کبھی خیال تک نہ آیا نہ اچھے مکان میں رہنے۔ نہ فرش فرش پر بیٹھنے کا کبھی خیال ہوا۔ امیر غریب جو ملاقات کو آنا چٹائی پر بیٹھا۔ مزاج میں ظرافت بہت تھی ملاقات سے لطف اندوز اور محالہ سے صحت یاب ہو کر جاتا۔ دنیا میں ایسی زندگی بسر کی جیسے کوئی مسافر سرائے میں چند گھنٹہ سستا کر حل کھڑا ہوتا ہے۔ دن میں کئی بار چائے بنتی اور حقہ اور چٹاؤ منہ سے کبھی جدا نہیں ہوتا تھا۔ بید صاحب مرحوم کہتے تھے کہ منطق میں بڑا دخل تھا۔ دارالعلوم کے اساتذہ کی تعلیم سے تشفی نہ ہوتی تو وہ صاحب کے پاس آکر مسائل کو

لے :- بلکہ حقائق کا نام تھا مدراس سادات خیل لطیفین سے تھے۔ عمر بھر طالب علمی کرتے رہے۔ اطلبوا العلم من المہد الی اللحد۔ کے پورے پورے مصداق تھے فلسفہ و منطق کا بہت شوق تھا۔ اخیر زمانہ میں مولوی زید الدین صاحب مرحوم کے شاگرد بھی ہوئے تھے۔ حضرت کو گھر میں مچھوٹے بڑے "صاحب" (مخفف تھا) کے نام سے بلاتے تھے۔

العَرَبِيَّةُ وَالْفَارْسِيَّةُ وَالْأَنْجَلِيزِيَّةُ
لَا يَسِيمَانِي عِلْمُ الطَّبِّ حَذَقَهُ كَامِلَةً
هُوَ نَزِيلٌ مَبْسُورٌ مَضَامَاتُهَا فِي بَعْضِ
الْأَشْغَالِ لَا زَالٍ سَالِمًا
مَذْكُورَةُ أَشَارَاتِ بِنِشْ مُؤَلَّفَةُ سَيِّدِ مَرْحُومِ تَخْلُصِ بِنِشْ

(۱۲۶۵ هـ) مطبوعه اس (صفحه ۱۳۲)

عشق تخلص عبدالباسط خلفا لرشد محمد مهدی و اصف است
جوان مهندباله اخلاق و سنجیده وضع و کتب عربیه و فارسیه پیش زرین العابدین نامی که
خال اوست خوانده و اکثر در صحبت خان عالم خان فاروق تخلص با برداشته
اصلاح سخن هم از وی گیرد، غرض با وجود سرعت فکر، خوش تماشای و بلند خیال است،
اما از تو غل تحصیل علوم مشق شعر کمتر میدارد از دوست

در چمن روزگار چون گل شبنم زده
دل بردیار گوید و زاری نمی رسد
طفلان مکتب اند بذر تو شتغل
منم اگر دشمن خسرو باشد
دیدم گریاں کشایم بر رخ خدا صبح
دل زنده است تعزیه داری نمیرسد
نوبت بیا د خالق و باری نمیرسد
با خبر دشمنان چه بد باشد

که سازد این دل شتاق و اگر گم گشت
 رخ تو دورته آس خلد زیر سایه تیغ
 سقف گل و در گل و دیوار گل
 دست تو بس نازک و پر خار گل
 چو اشک سرمه زیاں، در غبار سرمه می
 بس بودیم چو سخن تا نفس پیرا بستم
 کرده ام این چاک از سوزن ترکان
 سچہ صد دانه را کردم بکار دانه
 در میکده ات قلقل بهر شیشه برنگه

کنم سر رشته امید یا خیاط او حکم
 ز ابروئے تو عیاں گشته اوج پایہ تیغ
 لے ز بهار رخ تو جملہ را
 چیدن گل خواهی و ترسم بے
 بروزه تیره ام منگر بلطف گوهر منگر
 بار کسوت برتا بد از سیک روحی تنم
 در غم دور از رخت چن داں پیک را گویا
 در غم آں خال گشتم خالی از زهر و درع
 متانہ نواسج غمت هر دل تنگه

مذکره کلزاراء عظم لفظہ اب غوث خان عظم

مطبوعہ ۱۲۷۲ ھ ۱۸۵۶ م

عشق :- تخلص حکیم عبدالباسط پیرمولوی محمد و اصف است در سن یک ہزار
 و دود و شش و ہشت ہجری در شہر مدراس از تنگ نائے عدم بشاراہ وجود رسید
 و کتب عربیہ و فارسیہ بقدر ضرورت از پدر خود و حاجی زین العابدین کہ خال است
 و خان عالم خاں بہادر فاروق بندر سانید اصلاح سخن از نیاں دارد و غزل و
 قصیدہ بکمال سرعت می نگار و زبان انگریزی و پانزدہ فن طب فرنگی از مستعدان
 اہل سان آموختہ و بہرہ وافی اندوختہ ہموارہ بمعالجہ عیلاں می پردازد و اوفا
 خود دریں کار صرف می سازد۔ سرگذشت روزگار و احوال ہر دیار بہر ہفتہ یک بار
 بقالب طبع می آرد نامش "تیسرہ الاخبار" نہادہ اشہار می دہد۔ قیس مزاجش در دادی

انکار بایں سوزش نالہ عاتقانہ می کشد :-

گفتم کہ "دل بردے تو ستم" بخندہ گفت
انے نقش نام روشنت آں گو نہ خوش سواد
گر می عشق تو زد در دل ناشاد آتش
صد زبان میکند از شعلہ پر سوز بلند
خستہ عشقم و ہر چارہ گرے بد تشخیص
دست برداشت ز من بوالی نبض شناس
برزلف تو حال دل شیدا کہ کند عسری

بلب رسیدہ ز سودائے ابرو دم تیغ
بار کسوت بر نہاید از شبک روحی تنم
می ز تم بعد شہارت دم شاہی از خون
چشم شوخت نشد از کشتن عشاق لول
دیدہ بیدار تو از اشک اردشت و شو
در دلم ایردان تو تیغ دو دنیا م یک
بر سر راہ آں صنم طسرح نماز افگنم

ایں تازہ شاعریت کہ مضمون بتہ گفت
کز حرف حرف سر بہ چشم نگین کشد
خانہ ام کرد چو آتش کدہ آباد آتش
از غم سوختگانست بفریاد آتش
ریخ من گفتہ دگر یک مرض دید تشخیص
طلبش نبض مریض تو کند رد تشخیص
سر گشتگی قیس بلیلی کہ کند عسری

دلیل قوت ضعف است قامت خم تیغ
بس بود ہم چون سخن تار نفس پیر اہنم
مشہدم راست مسخرہ دماہی از خون
نشود سیر بلے مرد سپاہی از خون
چون قلندر شرابان بے نماز و با وضو
غمرہ بہر دو چشم تو تیغ یک دنیا م دو
سجدہ بنفش پاگنم کا ریکے و کام دو

محبوب الزین من تذکرہ شعرائے دکن لفظ لومی عبد الجبار رضا

حصہ دوم صفحہ ۸۵۳ مطبوعہ ۱۳۲۹ ہجری

عشق :- حکیم عبد الباسط عشق تخلص، عبد الباسط نام، حکیم الماکن خان بہادر

”خطاب“ گلزارِ اعظم کے مولف نے لکھا ہے کہ آپ مولوی محمد مہدی واصف کے فرزند دل بند ہیں۔ آپ کی ولادت باسعادت ۱۲۳۸ھ ہجری میں شہر مدراس میں واقع ہوئی اور آپ کی تربیت و تعلیم بھی وہیں ہوئی۔ آپ نے ابتدا میں والد ماجد اور اپنے ماموں حاجی زین العابدین کی خدمت میں کتب عربیہ و فارسیہ ختم کیں۔ اور خان عالم خان بہاؤ فاروقی تخلص سے کتب عربیہ کی تکمیل کی اور حضرت فاروقیؒ سے اصلاح سخن بھی لیتے تھے، آپ کی طبیعت کو شعر و شاعری سے زیادہ مناسبت تھی، غزل تصبیہ، مضامین، کثرتِ برکت تمام موزوں کرتے تھے، آپ کے کلام سے معلوم ہوتا تھا کہ مضامین کی طبیعت میں آمد تھی گویا تازہ تازہ مضامین آپ کے میدانِ خیال میں دست بستہ کھڑے ہوئے ہیں۔ جب چاہتے تھے فی البدیہہ مضامین متفرقہ و معانی جدیدہ کا شیرازہ باندھ گلدستہ کی طرح اہل کمال و سخن سنجان نازک خیال کے جلسہ میں پیش کرتے تھے۔ بزرگانِ جلسہ آپ کے کلام فصاحتِ انجام کی داد دیتے تھے، تحسینِ دآفرین کے ساتھ دواہ واہ کہتے تھے، آپ فنِ طبابت یونانی و انگریزی میں ندرتِ کاملہ و مکملہ تاتہ رکھتے تھے۔ طب انگریزی حکمائے فرنگ سے اخذ کی تھی، زبان انگریزی کو مثل عربی و فارسی جانتے تھے، اکثر اوقات بیماروں کے معالجہ میں صرف فرماتے تھے، اور آپ تواریخ و واقعات سلف سے زیادہ رغبت رکھتے تھے اور زمانہ کے حالات سے واقف ہونا پسند کرتے تھے، بناءً علیہ آپ نے ایک اخبار مسمی ”تیمز الاخبار“ جاری کیا تھا۔ یہ اخبار ہفتہ واری تھا۔ ہفتہ میں ایک بار طبع کر کے تقسیم فرماتے تھے، فقیر مولف کو یہ امر معلوم نہیں ہوا کہ وہ اخبار کب تک جاری رہا اور کب قوت ہوا۔ آپ سر سالار جنگ مختار الملک بہادر مدار الملہام سرکار عالی نظام کے عہد میں مدراس حیدرآباد دکن تشریف لائے۔ صیف منصب میں ملازم ہوئے، مدتِ العمر صیف مذکور میں مورخ ہمیشہ بیماروں کے معالجہ اور طلبہ کی تدریس میں مصروف رہتے تھے، آپ صاحبِ اولاد تھے

لے شعرائے دکن صفحہ (۹۰۲) ۲ گلزارِ اعظم میں ”تیمز الاخبار“ لکھا ہے

آپ کے باقیات الصالحات سے خیر خواہ قوم جناب ملا عبد الغیوم صاحب و مولوی عبدالحی صاحب مولوی عبد السلام وغیرہ ہیں۔ ملا صاحب ^{۱۳۲۸}ھ میں فوت ہوئے۔ اور عبد السلام مجدد بھی فوت ہو گئے۔ مولوی عبدالحی سلمہ اللہ تعالیٰ یادگار باقی ہیں۔ ملا صاحب و مولوی عبدالحی صاحب کا تذکرہ آگے ذکر کیا جائے گا۔ آخر عشق، صاحب ترجمہ نے ^{۱۳۰۲}ھ ہجری میں اس دار فانی سے بعالم جاودانی رحلت کی، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ اور آپ کی رحلت کی تاریخ آپ کے برادر زادہ مولوی عبد الواحد صاحب صاحب نے لکھی۔ وَہُوَ ہَذَا :-

حضرت عشق آنکہ بفضل توفیق یو در گرانمایہ والا گھر
در شب بزم ربیع نخست کر در دنیا سو عقیقی سفر
شکل گریبان لغزش خلق را ہم دل ہم سینہ شد و ہم حکر
واجد ما سالِ وفاتش نوشت
حادثہ عشق جہان ہر

۱۳۰۲ھ

اشعار وہی لکھے ہیں جو گلزار اعظم میں ہیں۔ اس لئے نقل نہیں کئے گئے۔



ز جہل و شرک پر سید شرع و دین مرا
 طفیل احمد مرل امید بخش بہت
 محبت آل محمد منم چو اصحابش
 کتاب و سنت و فقہ است مایہ دانش
 سپاس ہادی مطلق ز جوش بدعتہا
 بدای صفت کہ رحیمی خدا بے ہمتا (قطعا)
 دم شہادت عشق تو میزنم ہر دم
 زبان دوست ندارم ز کفر بالطاعت
 مقربان ترا خاکِ اہ باشم و بس
 وجود را ز شہود تو باز نشناسم

کنم نہ سجدہ بجز عقل آفرین مرا
 و گرنہ بیم چہ کر دے دل خزین مرا
 نفاق پیشہ بدل رہ دہی حکیم مرا
 کہ حق فرودہ ازین علمہا یقین مرا
 تزلزلے نشدہ فکر تہ متین مرا
 شفائے مردہ لای زور دین مرا
 دم مسیح بگرداں دم پسین مرا
 نگاہدار تو ایمان کستہ بین مرا
 ادب چو سرمہ کشد چشم دور بین مرا
 مرا بخلوت وحدت مکن قرین مرا

بداد دل ز سد گریہ ام اگر اے عشق
 کہ تخم تو بہ کند سبز سر زمین مرا

حنا کہ بست کفِ شوخِ نازینِ مرا
 منم کہ از لطفِ عقل و دینِ خودِ کریم
 امید هست بدامنِ خودِ رساندِ یار
 بہرِ داغِ رسیدہ است محضرِ درش
 کہ بعد ازین نکستی ردِ دلِ خربِ مرا
 ز باغِ غنچہٗ دلِ و انگشتِ جذبہٗ شوق
 رساں تو غیرتِ گلِ رشکِ یاسینِ مرا
 اگر چہ آب بود از صفائے گوہرِ خویش
 تو نقشِ سنگِ بدامنِ شعرِ و نقشینِ مرا

چگونہ درِ خودِ اے عشقِ دلِ تو گوید

انامی ست کہ لبِ بست از امانِ مرا

ز چشمِ بستہٗ دلمِ دیدمِ حسینِ مرا
 ز بسِ بشوقِ کسے مبردم ز خودِ پنہاں
 چو دیدم از دلمِ چشمِ کم نگاہِ کسے
 عیاں ز جہیہِ مہِ داغِ را کہ می بینی
 نہ صبرِ آں کہ بدلِ خوںِ کنم گلِ منہن
 سخنِ بہ تلخِ مذاقانِ و ہرِ سِگویم
 چہ دورِ بینِ کفِ آمدِ صدِ شینِ مرا
 خبرِ ز رفتنِ منِ نیتِ ہم نشینِ مرا
 ندیدم با تو چرا حالتِ مبینِ مرا
 نشانِ سجدہٗ بود کوئے مہِ بینِ مرا
 نہ تابِ حرفِ سخنِ خاطرِ خربِ مرا
 ز سرکہ بازنداندانِ بگبینِ مرا

کنوں سزد کہ بنا ز آستینِ برافشانی

گذاشت عشقِ تو برویدہ آستینِ مرا

زگر و کلفتِ غمِ نیتِ حسینِ مرا
 کہ بر کشیدہ برو صبرِ آستینِ مرا

کہ تا نظارہ کنم یا رد نشین مرا
 ہیں بہ دیدہ انصاف آن این مرا
 کہ رشتہ نگسلا زوے دم پسین مرا
 گرفتہ است عرق شرم یا حبسین مرا
 کہ شہائے دگر ہست نازنین مرا
 بدل ہفتہ چہ داری شراکین مرا
 ہزار بار نشاندا اگر حبسین مرا
 نقاب برقد از رومہ زمین مرا
 زند بشمع ول زار آستین مرا
 کہ صلح ویر بود زود خشمیگن مرا
 زابل عرش کنی گوش آفرین مرا
 کہ را ہرن بود این نفس شومین مرا

بجائے اشک ل آید چشم گریام
 نگار خانہ چین و نگارین ہسبات
 بنا گیسوے جانان من گرہ بندید
 بدست من چو صدف گوہر مراد آمد
 ہمیں نہ حسن دلارائے او بردہ شوم
 مباد آب شود رنگ تو از اں ترسم
 بغیر سجدہ شوق از اں بریزد پیچ
 نہاں ز شرم آسماں ایکاش
 بمہرِ سپرخ ز چشم من چو بردارد
 دلا تو پیشہ بکن صبر و دم فرن ہرگز
 شہید عشقم و تابوت من بد شوں ملک
 ز مکر و حلیت اومی برم پنے بخدا

منم ز ہرزہ درایان و او سخن سنجے

قرین من نکھی عشق بے قرین مرا

کہ خامہ از رنگ و پس بود نگین مرا
 قیلہ آہ بود جان آتشین مرا

جگر خراش کن جان آہنین مرا
 چراغ داغ شب ہجر روشن است بدل

چہاں خمارِ برداشت نرگسِ مستش
مدام می کشد اکنوں شرابِ کینِ مرا
نبردِ قصۂ فرہاد و خوابِ شیرینیش
کہ گوشِ کردہ بطلِ این چنینِ مرا
کلاہِ مہر و مہ از فرقِ آسمانِ فتد
کند نظارہ اگر اوجِ سرزمینِ مرا
ز دستِ رفته دل پارہ پارہ ام نگہ
بحلقہ حلقہ زلفتِ ننگینِ نگینِ مرا

ز شعرِ ریا نرم عشقِ تیر ہویدا شد

دُعائے حضرتِ فاروقِ برگزینِ مرا

ز ختمِ صینِ بجیس نیست نازِ زمینِ مرا
کہ نازِ غنچہ سرچش است گلِ مبینِ مرا
چو مہرِ داغِ جنونم ز بسِ فردِ زانِ است
چراغِ مطلعِ صبح است شبِ نشینِ مرا
چو بارِ ہائے غمتِ حفظِ شہرِ دلِ باشد
کشہ چہ فوجِ ہوا بازِ ننگِ چینِ مرا
ز عجزِ فہمِ چہ اعجازِ ہاستِ یاراںِ را
کہ بستہ اندلبِ سحرِ آفرینِ مرا
دلِ ز سادگیِ جہلِ خویشِ پیرِ کارِ است
کہ رونقے بنود از ورقِ ننگینِ مرا
کجا چو سروِ قدش سروِ بوستانِ نیم
نظرِ لبزد بود چشمِ دورِ بینِ مرا

جدا از حضرتِ فاروقِ تاشدم اے عشقِ

زیاد رفت سخنِ خاطرِ حسنِ مرا

۱۔ خانِ عالم خاں بہادر فاروقی، اُستادِ صاحبِ دیوان ۱۲۔

۳۔ برگزیدہ ۱۲۔ ۳۔ ننگِ ہائے برکیدِ گیرِ چیدہ کہ بصورتِ قبہ سازند برگرد آ بادیِ طاہر و حیدہ

سختیِ کشانِ عشقِ ز آفاتِ ایمنند: این ننگِ چینِ ہمیشہ دلاورِ حصارِ ہش (اندراج)

نشستی بنو سحیح که زمین مرا
فلک بزیر قدم گرد کستریں مرا
بزارنالی او بکند خند زن شد
چه شاد و بهیت بخاطر دل خریں مرا
سخن بوصف لبش کیمیت حیرانم
که روح قدس گس گشت انجمن مرا
زبکه آب شد از گرمیش دل پیکان
گذاشت تیرستم زخم، سہمگین مرا
ز خاک ساری من سبز سر بلندیها
بنوده تنگ غبارے بسر زمین مرا
منم که باغ گل داغ حیرتم بکیر
ز خار خار و لم سبت خار چین مرا

مژہ بہم چو زخم می پرد چراغ از چشم

چہ نور عشق بود چشم حسن بین مرا

شراب چہرہ فروزد چو مہ بسین مرا
نگاہ دود کند چشم شعلہ چین مرا
بطاق ابرو جانان دلم چو دیدہ کشود
نمود تنکدہ چین حرم نشین مرا
چہ گویمت کہ براہ و ناچہاں رفتم
دلم گرفتہ یار و جگرہ سین مرا
فلک تبرس کہ سوز نہ ماہ راجن
شرارہ کہ بود آہ آتشین مرا
سوال بوسہ زان لعل بے بہا کردم
بخندہ گفت مگردان سہ نگین مرا
شنو کہ درد نگیرد بگوشش دل مشنود
فغان سرد حزن از قرین مرا
پرس حاصل کدہ یخ ز ناکا ماں
کہ جوش آبلہ تر دارد آستین مرا
عروج طالع و اثر دن من ز دل آمد
ہیں بزیر زمین سپر چہنمین مرا

ملک حبس بند و مہر سجدہ اش سازد فلک خورد نہ ہمیں مہرہ زمین مرا
نہ بحر شعر ز سوزِ دلم قناد آتش زمین سوختہ بیند ہر زمین مرا

نماندہ جائے سخن ہیچ دم مزین با عشق

بخاشی ست سخن حرف آفرین مرا

ہیں بہارِ دل عجز آفرین مرا گل قناد گیم سر و شد زمین مرا
بدیدہ اش چو قریں کردہ ام ہی تنم کہ تار از رگِ براست آستین مرا
تو بعد کشتن من ہم ز کین میگذری زبان تیغ بستم گوید آفرین مرا
فلک زرا حتر تاباں ہزار چشم کشود کہ رُویتے بکند ماہ سر زمین مرا
ہزار فتنہ بیامی شود و میکہ شود بخاک من گذرے حشر آفرین مرا
باستانِ تو نازم کہ روکش بانی است نگار خانہ جیں می کند جبین مرا
فسوں میت قیامت دلِ ستم کش من نیازمند بخود کردہ ناز بین مرا
زندہ ہب ہمہ عالم جداست مشرب من بے قبول خدا کردہ است دین مرا
بخاک ساری من عشق بین و گردش من

کہ آسمانت بخارے رو زمین مرا

اثر چہ طرفہ بود اشک آتشین مرا کہ دادہ است بخون شستن آستین مرا
بزلفِ خویش بزین قلب آتشین مرا سوار حلقہ پر دود کن نیگین مرا
نہ بکہ حسرت من داغ یک چمن دارد بہار وقف بود جبے آستین مرا

بگر زلف و رخ و قد و آس تن نازک
 زبان کشایم و بر سامان نهم منت
 که آفرین بکین ست آفرین مرا
 و ماغ فکر بعرض بریں چگونه رسید
 بهار سنبل و گل سر و یاسمین مرا
 نہ بحر شعر بجویند سر زمین مرا
 نگاہ شوق نہ پا بوس حسرتے باشد
 گہر بدست بود عشق خوشه چین مرا

بعد از نیم کن از خوشن اے یار جدا
 شور شیرینی تو تازہ کند در عالم
 بودہ بردار و بیا حرف بزن میکشم
 می کشد بلبل دل را بتما شائے چین
 باغ نظارہ من آبلہ پر خار است
 میہیں ترشیم آہ زمین می لرزد
 دیدہ از دیدن او سیر نگرود ہرگز
 نالہ زار بود باد بہار دیگر
 باریاب حرم وصل نگشتم یک بار
 جان ندارد دل من باز برا چہ کشد

سر ز غم بردرد دیوار تودی عشق چہ بود
 در بہائے تو جدا افتد دیوار جدا

اے مہرِ رختِ مطلعِ انوارِ یقینِ ہا
 اے آئینہٴ سجدہٴ شوقِ تو جس میں ہا
 اے شادیِ عشاقِ کجائیِ خبرتِ نیت
 بہرِ دلِ وارستہٴ چہ اُمیدِ گناہ است
 مثلِ تو زِ خواباں نشیدیم و ندیدیم
 ہم چشمِ نہ ریز و ز جبینِ تو نزاکت
 حسنِ است کہ کارِ نگہ از گوشِ بگردد
 از ابرو و چشمِ تو دلم چوں بہرِ جان
 ایدلِ غمِ تنہا یم از چیتِ بھراں
 زنِ مہرِ بستم بلبِ زخمِ خود ایدل
 فرصتِ نشدنِ تا بشود قوتِ روانم

اے سلسلہٴ زلفِ تو شیرازہٴ ذہنِ ہا
 اے دیدہٴ مردمِ بہتِ خاکِ شیں ہا
 در گریہٴ زارِ ندِ زردِ تو حزنِ ہا
 داری رَسَنِ زلفِ پے نشینِ کہنِ ہا
 بیارِ بدیدیم و شنیدیم ازینِ ہا
 چوں جو ہر آئینہٴ نمایاں شد چہنِ ہا
 سرگشتہٴ بہرِ سوئے ز تو گوشہٴ نشیں ہا
 ترکانِ کمانِ دارِ کشا د کمیں ہا
 دارم ز محنِ طرفہٴ بہرِ لحظہٴ قرینِ ہا
 خالی ہمہٴ خاتمِ شدہٴ ز الماسِ نگینِ ہا
 یا قوتِ لبشِ منیجو روازِ بکہ میں ہا

کَلکِ تو بودِ عشقِ رگِ ابرِ بہاراں

در شجرِ چہ سبزِ نمودِ است ز میں ہا

میں گریہٴ زارِ قلمِ زانِ مہِ غمناکِ را
 دادم دلِ صد چاکِ ابے بہرہٴ زادِ اکِ را
 دیدارِ دارم آرزوِ بستیِ نظرِ از چارِ سو
 در ہا شادیِ جا من بگر مرا در پیرِ ہن

خونِ دلم ز نگِ شفقِ شد و امنِ فلکِ را
 آن ز گسِ بیاکِ آں غمِ زہِ سفاکِ را
 پُرخوں کنی تا کہے بگو ایں شہِ پائے پاکِ را
 دارد بدستِ خوشینِ زانِ صبحِ ہم کی چاکِ را

از خانہ دل و میدم شستی خس و خاشاک را
 ایں خاک بربادم خور و آتش کہ آتاک را
 باشند و نخبم جلا، آیینہ ادراک را
 بے مے چہ باشند زندگی، خواہم خورم پاک را
 ای طفل خاکبایا زمین برباد کن ای خاک را
 صد تنہ گرد راہی، آفتاب مت چلاک را
 بنیم حشیم خفتن، ہر حلقہ فراق را

ایدل مرا ہر روز و شب، ز ہر سداں تندیاب

خود عشق گشتم زیں سبب ہرگز ندارم پاک

ظالم! بکش ز گردن عاشق، کمند را
 دیگر سفید و سرخ نہ بنیم قند را
 صد بندی نہی بزباں چوں سپند را
 در بوستان گذار گل ہرزہ خند را
 واکن ز پائے بند محبت کمند را
 فرصت یک آن بیش نباشد سپند را
 زیر وز بر کن ہمہ پست و بلند را

منت بزم احشیم نم، نگزاشتی شادی غم
 اساقی دوران مدد، نوبت بگردش کھرمد
 بر دل کدورت شد بلا، اساقی دوائے من کجا
 اساقی بزم و بندگی، غم را چینی یا بندگی
 گرد بقاد و ساز من برجاں کشد فلز من
 غار بگر دنیا و دیں، آن ہشتاب ز من
 از زمرہ حسرت کشاں، صید ترا بنودنشاں

آزادی کنی زالم پائے بند را
 گروا کنی بحر لب نوشخند را
 باکت مباد از گلہ ناپسند ما
 بر خند ہائے زخم دل زار و نیت
 زانساں نہ لبہ کہ تو انی کشاد باز
 بانالہ در آتش شوق تو جاں دہم
 از زلف تابدار و نگاہ حیا شعار

غم راندائے کشته شوق تو دیدہ ام
تربان شدت عید بجان گو سپند را
در جوئے شیر خون دلم آب میدهد
شیریں بکام من چکینی زهر خند را
دانی که عشق را بدل است آرزو هنر را

تا چند بر تو عرضه دهم شوق چسند را

ناصح روادار بر نداں گزند را
ضائع ساز موغلت سودمند را
دل دیده است از دهنش نقش نیستی
آسجیات جان چکینی زو شخند را
چسپاں قباآن تن همرنگ جان مکن
بر ما چه تنگ ساخته جان ترند را
صفرافزوده ایم نداری بکام ما
زاں غنجب و دهن چه نارنج و قدر را
حیرانم از چه غنچه ها مان گلغدار
از خند هائے گل نگر فتند پند را

تقریر عشق از لب موش خوشتر است

برکش غناں که تند برانی سمند را

نازم خدنگ شوخ سوار سمند را
کزیمنه دور کرد دل درو مند را
درفکر من مباش که جان است نگلد
بانا ز تو نیاز من مشمتند را
تا کا میاب چشم ز برق جمال اوست
سوز سپند اشک علاج گزند را
توصیف سر و قد تو ای یار چوں کنم
بنود مجال سایه چو فکر بلند را
یار بچه حیرت است که نا دیده ام ترا
ماندنگه بحشمت ترم خار بند را
بیزار عالمی ز من از عشق تو شده است
باشد کنی پسند من ناپسند را

خوش الوداعے میکنم ہر شب ہجرِ آبِ ا
 بنگر بطاق ابرش جان من بتیا بیا
 آئینہ وار خاک کردی چشمہ مہتاب را
 پیش بصیرت سرسبز قنک گاہ و آہ نیت
 زہا دورندان قیامت شراب بخودی
 از چشم کم بنید چرا صید دلِ نکار ما
 سیر لب بامے بجن شب طفل شوخ نازین
 ایں سمیر و تچرخ میں آ زردہ حق میر
 حیرت فروشی میکند تا پیش رو دلبران
 آں شعلہ سیراب ہیں نیز نگ ساز عالم است
 فیضے رحمت بردہ ام را ہفتین پیوہم

در کشتی دل عشق چوں بارِ خطر ہا می کشم

من ساحل امن و آماں آستہ ام غوا بیا

زلف سیاہش می برد از دل قرار تبا
 آزر و ہ تو انم کنم چو خاطر احباب
 گہ موج دریا گشتہ ام ماندم گے گرداب
 سیرم ساز و شربتے سوز دہا کلبگی

بنگر صدف گردیدہ چشم کو ہر سباب را
 قندیل دسوز یکہ روشن می کند محراب را
 از من جد ایا رب مکن آں مہرِ لبتا را
 تا دیدہ متساق کردی ہر دل بتیا بیا
 کز چشم و ابر و ختی میخانہ محراب را
 ترکی کہ دارد در کماں تیرِ نظر تبا بیا
 شیر و شکر یکجاے باشد ساغر مہتاب
 گر آب غیرت میکشد راضی کنم دولا بیا
 آئینہ داری می نماید دیدہ فتح باب را
 آتش زند و در دل مراد و دیدر ز آب
 زانہ و جان خوشین دارم عزیر اصحاب

داں نرگس مخمور از چشم زباید جواب را
 کزے نباشد میکشتم از چشم و دل غناب
 بیار کردم جستجو آں گوہر نایاب
 کز بل جابجائش کئے ہم کشیدن آب را

از حال زار من پیران ز بسکه ماند جان من
در خدمت او پرستم طاقِ نیاش میں
در بقاری جاں سپردن بیشو بہو دل
گر صدامت میکنی از ماسکایت ثنوی
تا گرم رفتاری شدم با طلب خواب رفت
خون در دلِ ناکام ما افسردہ ماند لکبک
شمشیر ز دلبراں دریائے تر دستی بود
سرگشته شوق تو ام در بے سراج خامی شوم
دیوانہ ات در کار خود بنگر چہ شیار آمدہ
از طالع بیدار این دل نصیبم کے شود
یا در علیجان بہا در فنن بخش عالم است

دل ماہی بجایے ابروئے تو قلاب را
زین قامت خم نمی نام صورتِ محراب را
چوں می فراید قدر و قیمت کشتہ سیاب را
بر سار بے آواز ما ایجاں مزن مضرب را
خار و خراں میں راہ ماند بسترِ سنجاب را
گر درہ ہر کوچہ زلف تو مشکینا ب را
زاں قطرہ آبے نیست در جو دشتہ قصاب را
شدتے پدرو دکردم عالم اسباب را
ایں فہم و دانش کے بود در سرِ بالالابا را
بازلف درو او کنم سیر شب مہتاب را
خورشید یاد ریا بودائب ہمیں نواب را

عقل سبک سرعایت عاجز شد در خوش عشق

آرے خمی گیر دغاں چو تندر و سیلاب را

چارہ زان رو نہ کنو نیست مرا
نشدی مشتِ غبارم برباد
دَم از اں زلف زخم نتوان گفت
فکر جانکاہی خو نیست مرا
گر سر آں سرگو نیست مرا
برزباں آمدہ مونہیت مرا

کے زبید ادلب خاموش
 چارہ چاک جگر تنگ دلی
 خوں دریں بزم چوسا غر نخرم
 برگ گل از چین رنگ کہ ام
 در غبار دلش ام تخیم امید
 چه کند با تو چو آتش خوئے
 مطلب خویش بخود میگویم
 از فغاں پاره گلو نیست مرا
 غنچه ساں فکر رفو نیست مرا
 چشم بردست سبونیت مرا
 ہم زبالی کہ زبونیت مرا
 ریشہ در خاک فرو نیست مرا
 دل کہ از آہن ورنیت مرا
 اتیاز من دتو نیست مرا

غل بگردن منم از غلغل خویش
 در جنوں عشق غلو نیست مرا

در ضمیرم چو جزا و نیست مرا
 ہر چه گویم نکند دل باور
 سر من زلف تو گوئے چو گان
 فرستم نیست ز شکر تاید دست
 چوں کنم طوف رخ او من نذار
 پائے آن سرور داں چوں بوسم
 بسنہ زلف تو ام میدانی
 نفسے نیست کہ ہونیت مرا
 اعتمادے چو برو نیست مرا
 گو گو گوئے مگو نیست مرا
 کہ شکایت ز عدو نیست مرا
 ز آبرو آب وضو نیست مرا
 لب بکام لب جو نیست مرا
 پیچ و تابے سر مو نیست مرا

تاز خون گرمی گرد و ستم
 فارغ از چرخ به غرقابِ نعم
 عشق در پرده جان است نهان
 چه می کاں بسو نیست مرا
 پشت بالی ز کدو نیست مرا
 شرم زان برهنه رو نیست مرا
 سخنم عشق بود سرِ مگو
 که زباں برهنه گو نیست مرا

ندانم بس ز بس هر لحظه توصیف شنیدن
 بروں از حد دل نگذاشتم پاش کشیدن
 ز دل بسیار دار چشم مستاقم طبعیدن
 تغافل گوش بر آواز کم گوی من باشد
 چنین کز گرایم فریاد دارد عالمی هر دم
 ز بس سم کند زیر و زبر آنرا نمی خواهم
 بجای شیر طفل دل بود خو خوار خود هر دم
 کجا بنیم رخ جانان زنگ و نبض من گرفت
 زیزدانه تا از سجده و لبها مشتاقاں
 چو فتن در پے آهونکاهے بود دشوارم
 دلم بکیار میخواهد رخ خوبی دیدن را
 که سقف آسمانها ناله میخواهد دریدن را
 که برق جلوه اش گرفت برتر کاں دیدن را
 که رنگینا لهادارد گوش او شنیدن را
 چه شور و محشرے گرفت از چشم چکیدن را
 بطق ابر و جانان لبتیاب چیدن را
 که جز تیر حفاے او نمخواهد مکیدن را
 ز چشم من پریدن را از ابرویم چیدن را
 بهر زلف چو ز تارش بده آب بریدن را
 بچشم خود سپردم عاقبت کار و دیدن را

۱۴: - بے حجاب و کشاده روے - صائب - نه به نقاب جالت برهنه روی یا نه خوشی تو زباں بند کا بجوئی یا -
 (اندراج)

بہار گلشنِ اُلفت بود نیز نگ یک رنگی
 ولم را کے مکر میکند آئینہ رخسارے
 شدم چوں دیدہ و رہنمائی پیدل و برود
 براہِ دوستداری رہبرِ کامل کسے باشد

چرا پاسِ نفس سرور ہوا دار و ترازے عشق

نیز ز دایں جنیں پا در ہوا تارے تنیدن

مشو از خانہ در صحر از صحبت ہار میدان را
 اگر خواہی کنی ممنون گفتارت شنیدن
 منور می کند خورشیدِ روشِ چشم دیدن را
 نباشد طاقتم دانی چو دست از تو کشیدن را
 نبودہ گر چہ بخشے و رمیا گفتن شنیدن را
 بہارِ غنچہ امتیاد دل گل کرد از دغش
 بہر دم آتش شوق تو ایدل تیز تر باشد
 من سست و پاتا کے نیام ہم گل چاکے
 دل انگارِ محو خار خار او ہمی باشد
 ز دسوزی شود گردیدہ تر آبیاری تو
 نیزم آبرو خود گرا از گویہ خونی

کہ بو گردیدم از گلِ حشش وزیدن را
 جو احباب دانم نامہا من دریدن را
 کہ چشم کور باید روی دل ز خلق دیدن را
 کہ داند منزلِ اوّل بمنزل تاریدن را
 چرا پاسِ نفس سرور ہوا دار و ترازے عشق

نیز ز دایں جنیں پا در ہوا تارے تنیدن

کہ وسعت بیشتر باشد بکنجہ در خریدن را
 فنا کن خود پسندیا معانی آفریدن را
 حدیث از نماید ہر گہر گوش شنیدن را
 نہی دستی مرا بر سیمہ از دل در چین را
 کشیدی روز من ہم چہا بر کشیدن را
 ہو آ ایں حین از بس نمیداند وزیدن را
 از آں بے کہ گرد و در دہن اں لبیکیدن را
 جنوں دستے عطا کن جیب ما نم دریدن را
 چہ لذت میدہد شوخی تر کاشن خلیدن را
 بہارِ رفتہ ات ایدل ز سر گیر و دیدن را
 کہ آب گوہر دل دارم از مرگان حکیدن را

ز داغ خود دل دید از بس دیده در گرد
گرفته رنگ ز لفظ کهن صورتگر حکم
ننگم شکوه سنج سامعان شعر خود هرگز

ز چشم نیم باز نخواهد باز دیدن را
بروئے صفحہ معنی ز تو نقش کشیدن را
که فهم کند خنجر شد زبان من بریدن را

چه بودے گر ہمیں عشق مرغ نامہ بر بود
بایں حسیتی کہ دارد طائر ز نگم پریدن را

بہار گفتگوئے او چه رنگیں کرودیدن را
نمی آرم دہم از دست دامن طیدن را
بشوق لعل جاں بخش کئے ز بس سستم
چہ غم گر طاقت ز قمار نذر آذانی شد
بہار شوق من یارب چہ نیک لال زار است
مئی نازش و مانعش ز رساندگر چنین بہم
حجاب جلوہ جاناں ز من آسود بیکان است
ز بس فریاد ہر دم از ول بے مدعادم
بصیرا محبت جوش است دیدنی دارد
مئی غم و رنگجذول تنگ من سرست
ریدن تا بمنزل میتواں آہستہ آہستہ
ایسر و نقتیہ پیچ کہہ در بند آزادی

گل سرین حیرت دیدہ ام گوشت نشین را
کہ سامانے ازین بہتر ندیدم آرمیدن را
کہا آب تش ایں میکنم ذوق چشیدن را
دل گشتہ دارم براہ او دیدن را
بدل صد خار میدارم گلے ز اں حسن چیدن را
کہا مہلت دہا و را بحال من بریدن را
دو چشم خود تصور کردہ ام دیدن ندیدن را
چہ رنج از من شنیدن را چہ زحمت نمانیدن را
دریں وادی بدست رم دہا ہو پریدن را
چہ داند بہر نیک طرفے خنیں دریا کشیدن را
ندانند تیز ز قمارے رہ الفت بریدن را
کہ دارد در گرہ ہر قلہ دماش رہیدن را

بشوق بام وصل وزدن پراخچین بایده
 کہ من افشاندہ ام از بال خود گو پریدن را
 چہ گنج شادمانیہا بہر دم را نگاہاں کردم
 دل مسکین خود یکدم زدست غم خریدن را
 تو انم عشق پر کردن کنون امان صد حشر
 کہ خرمن کردہ ام زریں باغ گلہائے نجمیدن را

برقع کسے ندیدمہ و آفتاب را
 بردار آنے نگار ز رویت نقاب را
 طاقت نہ ماند در دل و جاں مضطرب را
 رحمی بجاں ما کن و کم کن عتاب را
 دل زندگان خواہش دیدار آن نگاہ
 بدتر ز مرگ خویش شمار زند خواب را
 از گلشن وصال پخیدی اگر گلے
 رشک خزاں شمار بہار شباب را
 از لعل شکرین تو پُر شور شد جہاں
 باقی نہ ماند لذت مستی شراب را
 جز نقش داغ تو نہ بود سیج در دم
 یک نقطہ بیش نیست رقم اس کتاب را
 آسان بدانز اکت دقت پسند او
 کردست داغ داغ دل لکنتہ یاب را
 مست نظارہ تو مے نور می کشد
 خوش طالعے کہ کرد قدح آفتاب را
 از دو واہ من ہمہ سقف فلک ببوخت
 آتش بخرمن است چہاں سحاب را
 از جوش داغ عشق تو رسوا کجا شدم
 مانند نم ازین ورق انتخاب را
 وصف حضور بایہ رشد و عالم است
 شغلے دگر مباد جزایش شیخ و شباب را
 نواب ستطاب کہ لائق علی بود ۲
 دیوان منتخب ہمہ رائے صواب را

یاربازیں وزیرِ ازیں شاہِ زودکن (۳) آباد ملک و ہر دل و جانِ خراب را
لبستہ پیش آں مبتِ نازک مزاجِ عشق

دادیم شرح درودِ غمِ بحساب را

بکارم عقدِ ہا کل کشا گویم کرا بکشا
خطِ شوق مرا نکشودہ دارے یارِ با بکشا
جنونے خوش کن و سرِ نچہ مہر و وفا بکشا
ترا از نور تو بینم چو شد بیکار چشم من
ز سودایت جہاں شد تار بر مردمِ شرگرم
تغافل بند پائے بیقاری ہائے من تاکے
نشانِ کافی در گردنم تا نفسِ باشد
چو من بیمار آں چشمِ ب فکرِ چارہ گرتا کے
کشا دل ہوس اری مشو در بندِ مقصود
چو از آوارگی مانع ترا عقل و ادبِ نیم
نگاہِ رحمتِ او چارہ در و دلم داند
مترس از منطسی چوں دشگاہِ شاعری داری
بزریر ہرین موگر بوجہ چشمِ ہمنزینت
زبشاہ دکن مقبولِ حق شد ہم وزیرِ او
بمحض فضلِ خود ایں عقدِ ہا را نچدا بکشا
بہ پیشِ قاصدِ سرستہ حرفِ مدعا بکشا
برنگِ صبحِ چاکِ سینہ تا آوجِ سما بکشا
ز پیشِ روئے من ایں پر وہ ہا سوا بکشا
بکن یک جلوہ شوخی و بختِ دیدار بکشا
گزراں صبر تا گردورہ جور و جفا بکشا
مسماں میثوم اے شبنم ز تارِ مرا بکشا
کتابِ طبِ بگو بکشا ئے و صدقِ او بکشا
دعا گوئے محبتِ باشِ فضلِ مدعا بکشا
نیم دیوانہ چوں گویم کہ ز بختِ پیا بکشا
نیم صبحِ را گشتن چہ حاجتِ غنچہ ہا بکشا
ق بنفاجِ زبانِ فضلِ دل اہلِ سخا بکشا
۲ بروئے روشن لائتِ علی نوابِ بکشا
۳ اجابتِ میکشد منت لبِ دستِ ہا بکشا

الہی تا جو دس محبت درجہاں باقی (۴۱) بروئے شاہ و دیواں ہزراں بابۂ ضابطہ
 برائے خانہ و سامان آں نگین مشواے عشق
 وہاں التجا پیش شہ حاجت روا بکشا

باشد دم چراغ شب زلف یار را روشن چیاں ندید کسے مہرہ مار را
 شرمندہ نیاز کنم ناز یار را تا پر شے کند من زار و زار را
 از دور آسے زود کہ بر باد می رود جان و دل حزیں کہ بدارم شمار را
 بر چشم ماست وقف تماشاے ایں چمن گل چوں جدا کنی شناسیم خار را
 دامن بپا نہ پایہ ایں زندگی بود ایں سقف بے ستوں نہ سزد اعتبار را
 در چشم آں کہ یار دریں خانہ می رسد مرقیم جملگی ز دل خود غبار را
 در شہر بس کہ شکوہ مارا جواب نیست کریم ہم کلام کنوں کو ہمار را
 در سوز عشق بس کہ بود زندگی دلا ز آتش جدا ساز دے ایں شرار را
 پیر فلک سراسر است کہ در کجروی خویش ساز و عصائے عقل اگر پیشکار را
 نواب مستطاب کہ لائق علی بود قی دیوان نامدار شہ کامگار را
 از عقل و عدل در راہ مگر بخورد کہ او ۲ صداقتچار بہت از روزگار را
 از لطف خواہی چہ بعید است گر نواخت
 ماند عشق بندہ خدمت گزار را

۱۔ یہ غزل ایک پرزہ سے جس پر بطور مسودہ کچھ پینل سے لکھی گئی تھی، اُسی شکل سے نقل کی گئی، پھر بھی مدح پرانی ٹپکنے کی وجہ سے
 مٹ گئے تھے جو پڑھنے نہ جاسکے۔ ۱۲

ز اهل دنیا روش ملت و ایمان مطلب
 خواهش وصل مکن صحبت جانان مطلب
 سینہ در بخودی خویش همه چاک دم
 تا مگر نشود دل چه صفا می جوئی
 زلف درویش نگر و دل ز مذاهب بدار
 خون بیکرنگی دل جوش زند از بوی
 دشت آباد هم دشت دلت می شه
 در ره شوق اگر سر سلامت باشد
 نور در دیده مشتاق مناسند هرگز
 در میان نیت کنوں چون سخن بوس و کنار
 سخن مطلب دل در غم هجرش شه
 ایدل از ماندن بسیار ز بس برگردید

کافر اند دریں ویر سلمان مطلب
 باش آسوده و لا آنت هجران مطلب
 از من اے دست جنون تا گر یابا مطلب
 گر بطلما ت نه چشمه حیواں مطلب
 کافر زلف بشو جز رختن یان مطلب
 جز گل نغمه بلبل ز گلستان مطلب
 گر تو گزشتہ نه قیس بیابان مطلب
 سود سودا بکن دکار با ماں مطلب
 فرصت دیدن از آن صاعقه جلاں مطلب
 دل نخواه از من ناکام و در گراب مطلب
 نامه شوق مرا جز شرافشان مطلب
 میوه مطلب راں سر و حراماں مطلب

بخت گریار شود عشق ترا در هر کار

حسن بلقیس طلب تخت سلیمان مطلب

به بزم میکشی چشم چراغ روشن است مشب
 نه بیابانی بدل دارم نه بلب شیون است مشب
 طرف با مهر لسان بکیر وزن است مشب

که مست ناز من بیگانه از خود با من است مشب
 که زلف دهنش اندوه من برهن است مشب
 که مهر و درین کاشانه پر از فغن است مشب

چناں از جلوہ شوخی شبتان روشن ست اشب
 بکام خود گل از شاخ گلے از بسکه می عینم
 کجا گنجد بسیاری بدامان سحر آحسر
 شب عشاق را بنود سحر آما ز روئے او
 پریشانی بجمیت کشید آخر بحمد اللہ
 نذر دُشمن ہم بار دین خلوت کہ من دارم
 خبر از جان و تن اصالا ندارم در وصال او
 خیال یار خوابی صل بنماید مرا ہر دم
 بود ز نقش بدست من سچا نامہ اعمال
 منور دیدہ بنجم بود از کل بیداری
 چہ میسوزد کہ جانان ہمدوم و مساز من گردید

کہ ہر سر و چراغان رشک نخل مین ست اشب
 بہار آرزو خندان ل مین گلشن ست اشب
 گل عیش و سرور مین کہ خمن خمن ست اشب
 ز ہر سویم نمایاں نور صبح روشن ست اشب
 دل شب گرد ما زلف جانان مسکن ست اشب
 چراغ مطلبم را تر زبانی روغن ست اشب
 کہ با جانان میر نسبت جان تن ست اشب
 ز لیجا با مکیناں بیک پیراہن ست اشب
 کہ پیدا صبح محشر زان بیاض گردست اشب
 کہ یار دوست دشمن جلد دشمن دشمن ست اشب
 نفس بر صبح جانان غیر باد دامن ست اشب

منش دارم چو مصروف نیاز بے نیازی عشق

بخواب نازا و بیداریم پہلو زن ست اشب

ناہائے بے اثر حاجت روائے غدلیب
 زنگ و بوئے گل نمایاں در نوائے غدلیب
 سایہ گلبن بود ظل ہمائے غدلیب
 عشق را دل دادن از بس کل حقن مادہ است

از گل مقصود پر دست و طائے غدلیب
 شد ہوا نو بہار آخر نوائے غدلیب
 می نماید شاخ گل تاج و لوائے غدلیب
 تر زبان ہر برگ گل میں و زینا غدلیب

گل اگر از خون دل رنگیں کند پیر منہش
 ہر چہ باد اباد شاخ گل نشین کردست
 عاشقی باشد گل داغ غلامی بیگیاں
 دوستی گوئی کہ اینجا صلح دشمن بودست
 معنی الفت نباشد غیر غفلت دشمنی
 باز دامن مالہ پر در داو حیرت فرست
 آشیان و دام و بتان و قفس سازگار
 بود در دشت طلب گشتہ بیچارہ
 سینہ صد چاک را ماند قفس گر بنگری
 خار بیارست یا گل زیں سبب ندیشیت

شد یہ زود و آہ او قبائے غدلیب
 فتہائے آرزو و مدعائے غدلیب
 گشت رائج زیں سبب بیچ و تر غدلیب
 بازی بیدر و مردم جنگہائے غدلیب
 بگزر و دور ذکر گل صبح و سائے غدلیب
 صحن گلشن بہت اگر دارا شقائے غدلیب
 آہ ازیں آزار و دور و بیدائے غدلیب
 بوجے گل گردید آخر رہنمائے غدلیب
 از فغا تہائے اسیر بیخطائے غدلیب
 از برائے عقدہ مشککشائے غدلیب

بسکہ معنی ہائے رنگیں گل کند از فکر عشق

از صبر پر خامہ اش نشو نوائے غدلیب

گل بدست خود ندارد از برائے غدلیب
 مشعل گلشن بشد از شعلہ فریاد او
 بسکہ ما ہم دل بخوے بیوفائے وادعایم
 غنچہ از گلشن اسرار باشد آں دہان
 در چین آں غنچہ لب نگیں بیانی چون نمود

بینوا ماند گدائے بانوائے غدلیب
 آتش دل سوخت از ستر تاپا غدلیب
 می برد از کار مارا نا لہائے غدلیب
 از نئے قلیان او نشو نوائے غدلیب
 گل شنا خواں تر شد از دت سر غدلیب

عاشق و معشوق ہر ازند و ہم آواز ہم
 بسکہ از صبا و گلچیں نیست خالی این چمن
 کر بود گوش گل و میرحم باشد باغبان
 در ریش ساز و فدا ہر لحظہ جان تازہ
 جلوہ در گلشن نمود و شد گرفتار قفس
 دشمنی با یکدگر لازم بود در عاشقا
 عاشقان را شادی غیر از غم معشوق نیست
 گر ہوس داری دل خود را کنی در باغ غم
 زنگ می ریزد بجائے خون بہر سو اعجب

عشق را در مجلس لیاں کہ دید و این گفت

در چمن خالی مبادا گاہ جائے غلیب

پردہ کلبانگ می باشد صدائے غدلیب
 آں بلائے گل برآمدن بلائے غدلیب
 پس چہ حال زیں ہمہ شور بجا غدلیب
 چوں سیم گلشن آمد جالفر آ غدلیب
 آتیاں خوش بود جہانزاد آ غدلیب
 غدلیب کیس نہایت آشنائے غدلیب
 خار خار گل بود در دود آ غدلیب
 ناز گل آں سہیل میں سوا آ غدلیب
 گر چہ ایں بزمست میدان آ غدلیب

بقدر چشم انجم میں بدل داغ بہار شب
 بجائے مشک بر ہر داغ تن شد نور بار شب
 مقرر بود گوئی از پے بوسن کنار شب
 کہ صبا د دل عالم مرا باشد بکار شب
 بنائے عیش و شادی می نماید پادار شب
 نزا کہہائے ناز شرار کہ کردم زیر بار شب

نماید از چراغاں بسکہ رشک لہ زار شب
 گدائے ماہر و در پردہ دار جلوہ فروز شب
 گرفت از من کنار آں بحر خوبی تشنہ بون شب
 چہ خوش خم ایسکہ بخت من بہ بیداری ہمی بند
 بد و ریا غرضاتی غم دوراں نمی باشد
 اگر ضعفم نیروی جاں طفیل سخت جانیہا

کسے جبرِ شمعِ محفل کے مایہ اشکبارِ مشب

بجوشِ مستی شادی نباشد گریہ شادی
کہ ہر تلخ تو باشد چوں شرابِ شگوارِ مشب

کن دور گردِ حرمِ چو باشی ضما طلب
تا کہ دل تو غنچہ باغِ فسرِ دگی
ور و تو قوت و قوتِ جانِ خربین
اندوہِ عشق را بدل شاد جاے وہ
در راہِ شوقِ نقشِ قدمِ نیز زہرِ نت
پائے طلبِ شکنجہ آزارِ خود مکن
کالِ عیارِ سکۂ داغ و فغانِ کالے
بر سرفرازی بارِ بلا استخوانِ شکن
دانی کہ دوتے بٹہا دتِ نہرِ سد
دُنیا و آخرتِ طلبِ عامِ مردمِ مست
خواہی وصالِ آں بتِ کافر اگر عشق
بر خیز عشقِ زود چہ غافلِ شستہ
آئینہ دافنِ خدا و استِ پاکِ اوست
ہر طلبے کہ بہت بخواہ از خدیوِ خود

گر میکشی چراغِ دلِ خود ہو اطلب
از آہِ سرد گرمیِ فیضِ صبا طلب
ایں درد را چگونہ توان شد و اطلب
مہماںِ عزیزِ بہتِ بعثتِ سرِ اطلب
اندیشہ کن ز غولِ مشورِ ہنما طلب
ہر مطلبِ تو از دلِ بے مدعا طلب
از یارِ دور و ز کارِ سرِ ہجرِ اطلب
ز نہارِ شرحِ آں ز منِ تبلا طلب
در زیرِ تیغِ سر نہ ظلِ ہمِ اطلب
بیگانہ شوزِ خلق و مرادِ جِدِ اطلب
چوں گویت کہ مطلبِ دازِ خدا طلب
دستِ دعا بر آراش شد دعا طلب
از خاکِ پائے شاہ و کنِ کیمیا طلب
اقبالِ آئینہ نابِ فضلِ خدا طلب

پابند باد سایہ لطفش ز عدل وجود لائق علی است خلق و خدا را طلب

من مستحق خاص نوال عسیم تو
(مورخہ ۱۹ رزوی ۱۳۳۵ھ)

ہر وقت و موقعے کہ بیابی مرا طلب

نہ زیرِ ننگِ مرا دست و پیش پا ننگ است
دلے بے عاشق خودہ کہ دل ترا ننگ است
براہِ شوخیِ حُسن اگر حیا ننگ است
زور و دوریِ آن خون گریست ہر خم
ملامت است جوابِ فیجتم چہ کنم
رسد ز دستِ بتے بکہ ننگ بر سر ننگ
صفاست واسطہ زور بر گراں جانال
نگاہ در دل خود گر نمی کنی باے
بگو ہزار رواں چشمہا کہ می بینی
چہ خوشنام است بیدہ چہ پر خفاست بد
دلے چو شیشہ مراست از کیت بہر
ز سر دو گرم شبِ روز تا کجا نالہ
یلِ زمانہ منم و وصفِ شعر و سخن
بدستِ بہتِ صدرِ جہانِ نگاہ سخن

بلائے چرخ بسر نیز بر ملا ننگ است
طیبِ دست چو ہر کو کہ دوا ننگ است
تو شیشہ گیر بریں ننگ شیشہا ننگ است
تو دستِ ننگد لم طرفہ ما جہا ننگ است
کہ بر قسانی نخلِ مرا جہا ننگ است
بہ خرم کہ بہ پیشِ مرا کجا ننگ است
ز دستِ آبِ بفریادِ آسایا ننگ است
بہیں کہ آئینہ خوب لانا ننگ است
بسوزِ عشق کس آہ در بکا ننگ است
بتے کہ سیم ز بہر خود با ننگ است
ملامتِ تو بہنِ شیخِ بیخا ننگ است
دستِ در برمِ آخر نہ ایجا ننگ است
بدستِ آمدہ اینک عجب مرا ننگ است
کہ خاکِ زہر بود و لعلِ بے بہا ننگ است

نثارِ حضرتِ یادر علی سرمِ بادا بشوقِ درگش از سر کجا جدا سنگ است
 بانِ باد بود عشق تو پریشان گرد
 چو در هوا کے تو بینیم پا بجا سنگ است

سرخم گورِ دواں نزا آباد است چکند بادش کہ فولاد است
 لعلِ کا موش یارِ رانا زم کہ از دہر کسے بفریاد است
 من ز خاکِ رمشِ نیر خیم ناتوانی چنیں کہ افتاد است
 چشمِ مخمور آن بت ترسا آفتِ جان و دین زہاد است
 تاکہ منظورِ یار آئینہ شد دل چہ گویم خراب آباد است
 عہد ہائے تو یاد باد ترا انجہ تو گفتہ مرا یاد است
 بندِ زلفش دراز دید و بخود دل گماں می برد کہ آزاد است
 سیرِ بستاں نمی توانم کرد بدلم فاستے چو شمشاد است
 برامیدے بود قیامِ جہاں حیثِ ایں خانہ بہستِ نیاد است
 حرفِ حزم چہ نقشِ شیریں شد خامہ ام تیشہ شوقِ فرہاد است
 صحبتِ عشق و دختِ رز خوش باد

پیرِ دیرینہ تازہ داماد است گریہ ام آب شد نغاں باد است
 خاکم از عشق آتش ایجا د است

بیم و امید در دلم جا کرد
 ستم ادب و لطفها دارد
 زرد داغ و گہر ز اشکِ منش
 زندگی شد عذاب عاشق را
 غم و شادی ہجرت و وصلش نیست
 کاخ گردوں بان نقشِ برآب
 حسن محتاجِ من شود آہنر
 برگرفتار خود ترسم کن
 پس حسرات را کنم آباد
 شوق دیدارِ عشق را نا زم
 کہ بعلمِ نظر چہ استاد است

ہر خپہ کہ رفتن برش سہل سفر نیست
 جہت زدگانِش ہمہ از دیدہ گزشتند
 در شوقِ بنا گوش تو جاندا دہل من
 در آئینہ حیرتِ ما تا بجہالش
 رو پوششِ مشو یار کہ در خوابِ حیات
 از کثرتِ داغِ غمِ ہجر تو چکویم
 شوق اگر تہمت دلا ہیچ خطر نیست
 نقشِ قدمِ آہِ دریاں را بگذر نیست
 شمعیت کہ شرمندہ فیضانِ بحر نیست
 زنگِ چمن و آبِ گہر نورِ لطف نیست
 صد بار بدیدیم و ترائیچ خبر نیست
 یک لخطِ بشریت کہ صد شعلہِ بشریت

ترسم کہ شر ز من اشکم ہمہ سوزد آہے خنکے نیست کہ آں برق اثر نیست
عجز من افتادہ رساند بدرد دست بے بال و پرے را پر پرواز و گرنیت
نیک و بد ہمہ یک رنگ ماند
آخر دل گزشتہ بگو یا رکجا رفت گر قطع نظر نیست بچشم تو بصر نیست
در خلوت (ماز) تو کسے را چو گذر نیست

ایں طرفہ کہ گم گشت گیش تا صد ماشد

آمد خبر یار و ز دل بیخ خبر نیست

چوں ^{۱۲}م نامد و دلدار چہ سودائے بہت در میاں دشت دل و چشم چو دریائے بہت

۱۔ اصل میں کوئی لفظ رہ گیا ہے "گیتی" دنیا، عالم۔ یہ تینوں لفظ غالباً یہاں بیٹھ سکتے ہیں ۱۲۔
۲۔ اس کے بعد کا لفظ (ماز) پڑھا نہیں گیا کاغذ پھا ہوا تھا اُنے لفظ بھی شکل سمجھ میں آ رہا تھا "ماز" کا لفظ تیسرا سطر پر حکمری صبح پور کو دیا
۳۔ مولانا حالی جب حیدرآباد تشریف لائے تھے تو والد ایک ملاقات میں مولانا سے فرماتے تھے کہ آپ کی غزل گیلے بہت
حیدرآباد آئی تھی اس طرح یہاں عرہ ہوا تھا غالباً یہ غزل اسی مشاعرہ کیلئے موزوں لگی تھی مولانا حالی کے مجرّمہ منظومات ہی
میں غزل مذکور موجود ہے جس کا مطلع ہے۔

یار باقت گرت جذبہ گیلے بہت یوسف آخرو دانا بجا کہ ز لجاے بہت

اسی ملاقات میں مولانا حالی نے مولوی عبدالحی صاحب دالہ مرحوم کا ذکر کرتے ہوئے ان رباعیات کو سنایا تھا جو انہوں نے والد مرحوم کی رباعیات مدحیہ کے جواب اور تحفہ شیرینی کے شکریہ میں کہی تھیں۔
جوان کی کلیات میں درج ہیں۔ اس وقت تک مولانا کو معلوم نہ تھا کہ والد صاحب الد مرحوم کے چچا اور
صاحب یوان ہذا کے علاقائی بھائی ہوتے ہیں۔ وہ ان کی شکل و شمائل اور رنگ روپ ان کو ایرانی سمجھتے تھے
راقم الحروف بھی اس ملاقات کے وقت موجود تھا۔ اس لئے بمناسبت مقام اس واقعہ کو درج

کر دیا گیا۔ ۱۲۔

با دل خستہ و بد حال کہ بنیند مدام
 مست گردیم دو گر پردہ ناموس دریم
 در رہ شوق ہمیں دیدہ خونبار ہیں
 سہر بہر از مئے عشق تو چہا شیشہ و خم
 طائر دل چہ رود از نگہ و مژگانش
 زلف پرتاب و لبش دم نرند آہ مرا
 ایں تبسم نبود بر لبِ خونخوار ترا
 صورت دیدنِ حسنت نشد و شامان
 عاشق از تو بزد حرف و شنیدن دارد

غلق گوئید مرا شوخ دل آرائے بہت
 کہ حجاب نگہ شوخ تو ایماے بہت
 بر سر خار اگر آبلہ پائے بہت
 کہ تہی کا سہ فلک زراں ہمہ مینا بہت
 شاہبازیت کہ با پنچہ گیرائے بہت
 دل بے صبر کجا جان شکبائے بہت
 چوں نکومی نگر م زنگ تمنائے بہت
 روئے ہر یک نگر اندامائے بہت
 نیم جاننش چو کنوں بر لب گویائے بہت

کس گرفتار بدام تو نگر دید ہنوز
 عشق بیچارہ شنیدیم کہ شیدائے بہت

بین نگہ و رویدن ناز تو رنجیدن شد
 از حجابِ عاشقی اے شوخ پرسیدن شد
 خوش نگہبان بود ایجاں چشم مشتاق نش
 با چنین دشت کہ دار چشمِ جاناں حیرت آ
 ساقی ما بود در یاد دل و لے مارا چہ سود
 خوش بزرگِ پاں خور و خونِ لاشاق را

دیدہ حیران ما آئینہ ساں دیدن شد
 در خموشی نا لہا کریم و شنیدن شد
 آں تن چوں سیم و ز رویدی و زویدن شد
 رفتہ خود را بسوئے خویش نکشیدن شد
 بیدار غی فرصت یک جام نوشیدن شد
 ایں قدر لعل لبش باریک لیسیدن شد

چون گریم خون کنوں دُخِ شکِ سالِ شوقِ او
چوں کنم زارِ دُربوں از کردہِ خود گشتہ ام
باغِ حُسنِ صد گل نیز نگِ نہمودہ ولے
رشتہ دار زلفِ بیا بی ز سوزِ داغِ کیت
حسرتے بارید از چشم کہ باریدنِ ہنداشت
زشتِ خوئے را بحسنِ رو پسیدنِ ہنداشت
اضطرابِ دلِ شوقش تابِ گلِ چیدنِ ہنداشت
ایں قدر دودِ نفسِ زیرِ مٹی چیدنِ ہنداشت

خوب شد ہر شعر و قفِ حُسنِ قفا شانہ شد

بے بہا آمد متاعِ عشقِ وارِ زیدنِ ہنداشت

بد کفایتے گناہِ بوسہ دزدیدنِ ہنداشت
شد ستمِ اے مالِ برمن ہرزہ کوشیدنِ ہنداشت
آبِ تابِ دلِ عشقِ او ازیں گلِ کردہ آہ
ہر گلِ باغِ جہاں شفتہ می سازد داغ
خاص چوں از بہرِ او دایم تغافلِ چید بود
ایں تماشا گاہ ہر فرزانہ را دیوانہ ساخت
شرکائی سرِ بکارِ دلِ صد چاک بود
ز اشکِ روشِ پاک کردنِ دیدہ ترِ مشکل است
آبرویش ز آتشِ شوقِ دلش برباد رفت
عقدِ ہا افتاد و در کارِ پریشانی مرا
از عتابِ باز تریدیم تر سیدنِ ہنداشت
نا رسایا ہا گوش اورسا نیدنِ ہنداشت
اشکِ خونِ دیشیوں برِ جسمِ باریدنِ ہنداشت
بوئے عطرِ دلِ کشِ خلقِ تو بوبُیدنِ ہنداشت
صیدِ ما چنداں بخو و بالید گنجینِ ہنداشت
خندہ برو ضعیف جہاں کردیم خدیدنِ ہنداشت
شانہ بر زلفش عیشِ پیچید چیدنِ ہنداشت
آں نزاکتِ پیشیہ ایدلِ تابِ گلِ چیدنِ ہنداشت
می طبعِ عاشقِ نہانِ بر خاکِ غلطیدنِ ہنداشت
مصرعِ پیچیدہ زلفِ تو فہیدنِ ہنداشت

برہم رنگِ سخن در گوش دہا درو شد
این قدر خون دلم چوں باد جوشیدن شد

اشتباہ ننگ تو بر رسم تو غالب شد آہ

اے شکر جرم عشق زار بخشیدن شد

دل بشوق و دیش از جو ترسیدن شد
چشم پوشیدیم ز نیاں روئے او دیدن شد

دائے آئینہ پوشیدیم و پاشیدن شد
سر و آہ از اشک بالید و بالیدن شد

ایں چہ استغاثت ایجاں و قریب گشت
حال بخور فراق از دور پرسیدن شد

ایدل از جرات نمودت عشق در زیدن شد
عاقبت رسوا شدی از ترس ترسیدن شد

بے سرو پا گشتہ ام ہر چند در سوداے تو
در خیال جگر سر کوئے تو گر دیدن شد

سردام شہرت اے مجنون تما و آخر ترا
پائے در دامانِ دشت و کوہ چیدن شد

غافلے بیمار ہجرت رفت در ملک بقا
در کمال ضعف خود از جائے خمیدن شد

غیرت من در طلب زان شان نگذاشت شد
رُوم بقیش پائے او ہر کام مالیدن شد

از ہلال ابرو جانان اشارت دیدہ ام

پیش ازیں حسیم نرا ز م عشق کاہیدن شد

تا نفس چوں دو زلف یار چپیدن شد
بجئے داغ دل ز حرفِ با ترا دیدن شد

در خیال وصل او در خواب خندیدن شد
چوں شدم ہشیار یکیاں ز ازالیدن شد

پند من دیدی دلا انفس نشیندن شد
بشنو کنوں صد ملامت روئے او دیدن شد

آتش در حسیم جان ز محبت دل افستاد
ما بگر و شمع گر دیدیم و گر دیدن شد

نشہ در دہر شوقش دوبا لاکشہ است
 شوخیم میں دوش و در ہش بوسیدم دہاں
 در ہواے شوق او ایدل چو میل زری بخود
 ہر کسے بر جائے من اکنوں بگریزار زار
 یارست خواب زو من چہیں بیدار حیف
 تبار چشمے رسید از ما ز ہم پاشید آہ

سندل از خاک ہش بر جہہ مالیدن نہا
 یار و ابید از من جائے بوسیدن نہا
 بر سر آں شعلہ خوچوں باد چسپیدن نہا
 حیف بر دیوانگان عشق خندیدن نہا
 عشق در یک پیرن باحسن خوابیدن نہا
 دفتر جمعیت احباب پالیدن نہا

انتیاز آخر شبک شد در نظر با آہ عشق

با گہر شعر مرا سنجید سنجیدن نہا

آہ عذر رنگاں عیار نشیندن نہا
 یک نظر بس بود دیگر سیراد دیدن نہا
 انتظام کشت و خوں برگردن قائل بماند
 گرا جازت داد بہر دیدن خود بس نبود
 بے سرو پایے ترا در جستجوای قیس بس
 بے نیازش راز سرخاریدن مطلب چکار
 کہ شود قوت گواراے جنوں ایں دانا
 بقراری از دل من یافت تسکین عاقبت
 میں گلوئے خشک و فوارہ خون گشتہ است

پر مکان غیری شد در ہش دیدن نہا
 جز رخ از ہر جہہ باشد چشم پوشیدن نہا
 ایں قدر در دیدنم اہمال و زردیدن نہا
 مانع ط کردیم از دے وقت پریدن نہا
 سر زخار پائے خود در راہ خاریدن نہا
 آہ محرومی کف افسوس مالیدن نہا
 از دہان زخم باز بخیر خائبیدن نہا
 ایں نمط سیما بر آئینہ چسپیدن نہا
 ایں قدر کشتہ خود تیغ باریدن نہا

ہیکس نادان ترازا ہد نباشد و جہاں از خداے مہربان تر سید تر سیدن شد

در قبول و رد عرض حال عشق اقا و شک

ہر سرے در بزم او چون شمع جنبیدن شد

ایں قدر زاهد شوق حور از دیدن شد
 (از تو راضی شد ہمہ) ایدت برنجیدن شد
 چوں شود از خواب ز آں فتنہ گریدا رہ
 خوش لبِ علتِ بخونم میکند بازی مدام
 مابہ تنہائی زبانِ خامشی بکشودہ ایم
 مجمع گل با پریشان نالہ بلبل کجاست
 دم مزین از ہستی خود گاہ بہت و گاہ نہت
 یکدم نبود کہ از مہر تو ام ایماہ نہت
 روئے و خوئے آتشین است بس کہ باشد دلنش
 من شہید عشوہ بیدار از تگت گشتہ ام
 گاہ گلہے می کشاید بر رخ امید ما
 دل نمیداند کہ چوں سازد بسوز خوشین
 گر کشم آہے بہ پیشت میرسد نیرے دل

رو بسوئے کعبہ ز دل بت پرستیدن شد
 عشق در زیدن و نا کردن نکوہیدن شد
 خون ناحق کشتگان عشق خوابیدن شد
 از سر شوخی بساط بوسہ بر سپیدن شد
 خوش سرو کبے گل گوشے سر آیدن شد
 اے صبا ہنگامہ گرمی فرو چیدن شد
 بہ کہ معدوش شماری خواہ بہت و خواہ نہت
 دل بسوز و نالہ برب و حکر چوں آہ نہت
 نہت در عالم دے ایجا کہ آتش گاہ نہت
 گوش بر نہ غیرہ، و ہچ در انواہ نہت
 یک در لطفے کہ غیر از باب صدا کرانہت
 آتش لعش ز خط تا آب ز پر کاه نہت
 وہ کہ جرے سر نزد از من کہ با و فراہ نہت

اے عزیزاں سحرِ بابل، غمِ بخشِ دل را نمود
یوسفِ گم گشتہ مارا اگر زباز چاہِ نیت
عکسِ حُسنِ بے نظیرش در دلِ درویدہ
انجمنِ آئینہ ہاگور و کیشِ اشباہِ نیت
جلوہِ ہائے حُسنِ تو از بسکہ ہر جایش گرفت
دلِ عشقت در دلِ تنگِ کنون با نیت
عشقِ حیرانم کہ در توصیفِ آن سر و بلند

۱۔ عجیبِ اتفاق ہے حضرت عشق کے جس قدر مسودات میرے پاس موجود تھے اُن کو ترتیبِ رضا کر کے مطبع کو روانہ کر دیا گیا تھا کہ یہ غزل اور اس کے ساتھ اور متعدد غزلیں جو اپنی اپنی جگہ ملحق کر دی گئی ہیں مجھ کو بمقامِ راجپور شاہِ باقی صاحب کی ایک بیاض میں بتیاب ہوئیں جس کا شان و گمان بھی نہ تھا والد مرحوم کے منظومات میں میں نے ایک رباعی شاہِ باقی صاحب کی مدح میں لکھی تھی جو مدخل میں جب کہ مطلع لنگسکورا کا ایک قطعہ تھا تحصیلدار تھے۔ اس سے زیادہ مجھے شاہ صاحب کا کوئی حال معلوم نہ تھا میں نے اُن کے متعلق یہاں بعض لوگوں سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ اُن کے باقیاتِ الصالحات میں ایک فرزند محمد محمود صاحب یہاں مقیم ہیں اور اُن کے پاس شاہ صاحب کا ذخیرہ کتب بھی موجود ہے جب اُن کو یہاں میری موجودگی کی اطلاع ملی تو قدیم ردِ اباط کو ملحوظ رکھتے ہوئے وہ خود مجھ سے ملنے کے لئے تشریف لائے۔ بہت پیغمف ہو گئے ہیں۔ تقریباً ۹۰ سال کی عمر ہے لیکن ہوش و حواس درست ہیں۔ شاہ صاحبِ ردِ الد مرحوم کے حالات اور قدیم واقعاتِ ابدیدہ ہو کر بیان کرتے تھے میں بھی اُن کے دولت خانہ پر کئی مرتبہ حاضر ہوا اپنی ساری کتابیں میرے سامنے لا کر رکھ دیں اور بہت محبت اور رعایتِ بزرگانہ کے ساتھ پیش آئے شاہ صاحب نے تصوف کی کتابوں کا اچھا ذخیرہ جمع کیا تھا اپنی کتابوں میں بیاض مذکورۃ الصدرا و شاہ صاحب کا دیوان اور مناشات اور بعض دوسرے رسائل دیکھنے میں آئے ۱۲- (۱۷) شہرِ لویہ ۱۳۴۲ھ بمقامِ راجپور (جامع دیوان)

نوٹ:۔ انیسویں ہے کہ دورانِ طباعت میں اُن کا انتقال ہو گیا (۱۶ دے ۱۳۹۹ھ)۔

فہم قاصر باشد لیکن زباں کوتاہ نیست

ہر شب کنم ز طرہ طرار یار بحث
ہر روز می رود ز رخ نور یار بحث
لب بستہ ام کہ بیج نیاید بکار بحث
یک خامشی ز یار و ز من صد ہزار بحث
دو د چراغ گشتہ پر نور دل بود
شمع دماغ سوز زباں زندہ یار بحث
ہر سادہ دل فریب ز رنگینیش خورد
گلہائے داغ دارد و باشد بہار بحث
دعوت ہمیں خوش است کہ ثابت نمی شود
ہرگز مدار کار محبت مدار بحث
گفت و شنید ہر دو گواہان صادق اند
در عاشقی نیامد مقصد ہر یار بحث
مثنای وصل با شمع حجت چہ حاجت
ایکال تتم بود من بقرار بحث
شادم نہ اندیس کہ غبار مہیادفت
آں نے سوار را بن خاکسار بحث

دائم دلیل شوق بجائے نہیں

کم کم مباد عشق شود بے شمار بحث

بیچارہ من چشم ترحم چہ تو اں کرد
بستہ مرا بر تو چو مردم چہ تو اں کرد
شد چشم ترم غیرت فلزم چہ تو اں کرد
بتیابی دل رشک تلاطم چہ تو اں کرد
از گریہ مرا چارہ نباشد بفرات
بے مہر بود جلوہ انجم چہ تو اں کرد
صد خواہش دل تا بلیم آمد و گشت
نہ صبر نہ یارے تکلم چہ تو اں کرد
تا سرخ کند چشم ترم را بتماشا
شد لعل تو ہر نگ تبسم چہ تو اں کرد
کو خواب ہجرت تو کریں دیدہ و نرگان
ہر خار بود بستر قائم چہ تو اں کرد

باطالع ناساز در اندوه جدائی
 ساقی ز لب نوش کرم کن دوسیه طای
 بیزار ز انصاف چو شد یارِ ستمکار
 جو رست و جفا بشوید خوبان دل آزار
 دل میرود از خویش بشوقِ دین او
 جز ناله جانکاه تر نم چه توان کرد
 من تشنه و خالی شده هر دم چه توان کرد
 خاموش نشینم نظم چه توان کرد
 با طبع چنینند تحکم چه توان کرد
 خود خضر درین راه زندگم چه توان کرد

در حالتِ خود عشقِ همی گفت تکرار

بستند مرا بر تو چو مردم چه توان کرد

گر بتابد همه خورشید کج صبح شود
 انتظارست مرا شمع شب وصل هنوز
 بنکمه از بندِ گریبان تو آزاد نشد
 شب بسودا سر زلف سیه میگذرد
 باده خواب خدا یا بکند مد هوشش
 کاش در نور بنا گوش شام صبح شود
 تشنه وصل مگر روزه کشا صبح شود
 شمع دل زنده شبهای غم را چو خبر
 زنده شوق تو از بسکه بسک روح بود
 و روز نام تو شب روز بیا میدارد
 صورت آینه صدق وصف صبح شود
 شام از طلعت آن دهقان صبح شود
 سینه را و انکند یار که تا صبح شود
 روزه از مهر کجایار جدا صبح شود
 کاش در نور بنا گوش شام صبح شود
 تشنه وصل مگر روزه کشا صبح شود
 بهر عالم همه گو روح فنا صبح شود
 محو در پیروی باد صبا صبح شود
 عاشق تو نه همین گرم دعا صبح شود
 صورت آینه صدق وصف صبح شود

رقم مہر تو بردل کشدومی ترسد کہ ز انجم نقطہ سہو نما صبح شود
 کوکب طالع من عشق کہ زخشاں بادا
 نگذارو کہ شب قدر مرا صبح شود

سر گرم فغاں بلبلِ بخستہ چمن شد
 بیکزنگی ما باز چہ نیرنگ بر آرد
 نظارگی باغ تاشائے توحیران
 ز آثار حیاتم بفراق تو چہ پرسی
 خون دل من جوش زند در خیم زلفش
 در شوق حدیث ہمہ تن گوش بانیم
 یارب یکہ گویم و چہ گویم کہ چال است
 شاید کہ تو ہم قدر من اید و ست شامی
 میں جوش بہار دل پر داغ من اید
 شوق تو عجب فتنہ گر آمد چہ کنم آہ
 از پر تو رے تو چو آئینہ ہمین شد
 آندل کہ چو جاں دامنش دشمن من شد

ریخ سفر و زحمت غربت نشناسم
 غربت کہ مینانہ مرا عشق وطن شد

از خویش دلم در پی آرام وطن شد
 دانی کہ جہاں بر سر من رفت بہجراں
 این باعث گمراہی آوارہ شدن شد
 تن جہمت جانم شد و جاں آفت تن شد

از سوزشِ دل نیت مرا فرصت یکے م
 آخر دل دیوانہ چہ ہشیار برآمد
 بیتابی دل را بہوائے تو تارست
 از مطلب خود هیچ نگفتم و نفہمید
 جان بازی خود بر سر خود خوب بہ بند
 از بس بہوائے تو بوب و باز شب و روز
 دارستہ دلم با ہمہ آشفۃ نظامی
 در سیر بہار گل داغِ دل خوشیم
 بسیار سخن بہت دے عشق چہ گوید
 در خلوتِ وصل تو کہ دشوار سخن شد

ہر مالہ نور اسبابِ داغ کہن شد
 کز لطف جفا کہ تو ممنون مین شد
 دریاب ز خاکم کہ ہتی جسک کہن شد
 ہمیش چہ رسا گشت و چہ وفا دہن شد
 باز گیر دل را کہ فغاں ہاش رسن شد
 از دیدہ من آرزو گرم شدن شد
 بچوں واقف آں مخزنِ اثر ردن شد
 تا دور ز چشمِ ترم آں رشکِ چمن شد
 بسیار سخن بہت دے عشق چہ گوید
 در خلوتِ وصل تو کہ دشوار سخن شد

ہر خید کہ دشوار تر از حرف زدن شد
 ہر تلخ کہ گفتی بہذا قم شکرین ست
 از میوہ فردوس فریے نخورد باز
 نقشِ قدمِ ما ز تو ہر جا کہ فنا د است
 اے زلفِ مدہ تن شکستش شکنہا
 ہر دمِ نجبال تو نہاں دور بجائے
 از مرہمِ کافور دمِ سرد برآمد

پرسوز لبِ لعل تو بسیار سخن شد
 نازم بدہان تو عجب سحر سخن شد
 شیدائے تو دل دادہ مارِ نج و قن شد
 از پردہ چشمِ ترم من سرش نلگن شد
 مارا دلِ صد پادہ ترا پارہ تن شد
 شیدائے تو ایجاں تن تہناز وطن شد
 تا پنبہ زخمِ حکرم ناخنِ من شد

آمد کہ برد دل زاد و بسج نغمتم
دستے کہ بدل دشتش پیش دہن شد
در نیل شب ہجر مکش جامہ عجزم
چوں بہر شہیدان تو مہتاب کفن شد
آن دل کہ ز مرغان چمن باز میدی
افسوس کہ ہم ز مرز زاع و زغن شد
ہر معنی رنگین چو گل تازہ بود عشق

در سیر بہارم کہ مرا طبع چسمن شد

چوں از لب خندان تو تقریب سخن شد
ہر غنچہ گل را بچمن باز دہن شد
بر خوشی چرا زلف تولد شوخ نہ چید
آرام کہ دل اگر آن پیش شکن شد
تختیل فن عشق چہ آساں بود آیار
بالائے تو بس یک الف سینہ من شد
ما تم زدہ دل منم و بسج نہر سید
آن تازہ جواں تاو کہ ستور کہن شد
خود بے کسی کشتہ بیدا چہ باشد
چند آنکہ دلیرانہ دلم بود زبون گشت
از راہ وفایش چو کف خاک کفن شد
اے زنگ بہاراں ز مداد مدد کن
آہوئے تو اے یار عجب شیر نکلن شد
باز رقص غلطہ دل چیت چہ گویم
از شاخ گلہ خامدہ کاغذ کسمن شد
آسودہ بخشیم ز سعی طلب تو
شک نیت کہ چوں ابطہ جاویدن شد
تا خاک رہ شوق تو مار ہمتن شد
باشد بدم آنچہ مرا و در زبان ست
در شکل زباں لخت دل من بدہن شد

در خاک دکا برد کلیدش مگر اے عشق

مسدود چہاں آہ در گنج سخن شد

صد محابا ہرے ساتی تباواں میرسد
از گل و انیکہ از بتان حراں میرسد
دیگراں را سیر گلشن این دل غوغا شد
در شب ہجران خیالی خواب وصلش می کنم
کے شود روزی مرا یارِ حیاتِ صومِ صال
شکوہا از شکوہ خود کردم و سودے نہاشت
نالہ دل کر ضعیفہا ست ہم رنگِ شمیم
میتوان آساں رفو کردن دل صد چاک
صد مبارکباد اے مشتِ بخارِ راہِ شوق
ترسِ تیغِ ابرو و تیرِ مژہ ہیچ است ہیچ
کشتی امید را صد زحمتِ بیم است و باز
گر پریشان گفتگو با شتم مرا معذور دار

عشق در الفت دلم آئینہ دارِ حیرت است

مشکل از مشکل برو آساں ز آساں میرسد

تا ز لستم نوشن شوقم شکار بود
رسوائے عشق در ہمہ شہر و دیار بود
دل داتم بدلہ و دستم بکار بود
آں کو دک دلم کہ ترا در کنار بود

باغ امید خویش شدہ دل در بہار بُود
در بند زلف یا رچہ دیوانہ وار بُود
سرمایہ حیات مرا انتظار بُود
آرام بخش جان من بقرار بُود
دیدم کہ عشق در رہِ کل گزاشق

میرفت دبر ہوائے دل خود سوار بُود

شمع زباں بعشق تو خاموش می شود
خاموشی لبش بدلم جوش می شود
گاہے تمام چشم دگہے گوش می شود
در پیش یار جملہ فراموش می شود
تا یار ماہ ہالہ آغوش می شود
شادی من بخصۃ چمنشوش می شود
امشب کجا بود کہ نہ چوں دوش می شود
کوہ و دقار نیبہ منقوش می شود
ارشاد یار گویم و مے نوش می شود
لوح دلم از اں ہمہ منقوش می شود
زاں خواجہ کہ بندہ آغوش می شود

تا آن زمان کہ دیدہ بشوق اشکبار بُود
نازم بہ ہوشیاری بے آرزوئے دل
جاں را تار مژدہ وصل تو کردہ ام
بیابائی تو لے دل خود کام گوئد
دیدم کہ عشق در رہِ کل گزاشق

ظلمت حجابیں دل بہوش می شود
یار بچہ حالت کہ فریاد مشکلت
عاشق بشوق روئے خوش گفتگوئے او
ہر خند شکوہ اش بے یاد مینکنم
صد گردش فلک بر ایدز سر مگر
آید چو دیروز و روز و از برم کسے
ہر روز و عدہ تو بفسردا ہمی رود
در جلوہ گاہ شوخ قیامت خرام ما
ناگفتنی نہرا رگوید کہ گوئیا
جاد و نگار سرمہ دنبالہ دار کیت
گوئی کہ خود فریبتہ حسن خدمت ست

دانا دلم ز فیض نگاہ تو ساقیا
ہر کس بد و پریم تو مست گزارہ ایت
شادم بحال خویش کہ عیشم بکام ہست
شرم گناہ مایہ فخر سب کوشتاں
دار قنکاں پئے دل زارم گرفتہ اند
غم بردلم ز رفتن شادی محال فیت
گشتی کہ بے سرو پا میرود بشتوق
مست و خراب بادہ سرچوش می شود
جنت اگر دہند کہ مے نوش می شود
ہر تلخی بیاد لبش نوش می شود
نازاں بزہد شیخ ریا گوش می شود
گوئی جرس بقافلہ جاکوش می شود
خالیست خانہ صاحبش نوش می شود
در زیر بار عشق سبکدوش می شود

سرتا بیا قصور چو دیدست عشق را
حسن تو عفو پاش و خطا پوش می شود

خواہش حرف گرا ز ناز شمانتواں کرد
اضطراب دل اگر قبلہ نہ انتواں کرد
شدہ خاک رہ ناز تو مرا روئے نیاز
شکوہ از روئے نکوئے تو ہمیں رام ہیں
تو چہ دانی کہ فراق تو چہ بیدار کند
ساقیا شربت اندوہ ز بس پر گردش
گرچہ از پیش خود آں شوخ مرا میراند
عقدہ زلف کشادی کہ کشادی بندش
سجھوشی چہ تقاضاے ادا نتواں کرد
خم ابروئے تو محرابِ عانتواں کرد
ایں نمازیت کہ اے یا قضا نتواں کرد
کہ بچنے کہ بود مدح و ثنا نتواں کرد
کہ جد آہ لب از شور بیا نتواں کرد
بادہ عیش بہ پیمانہ مان نتواں کرد
چوں تواں رفت اگر رقیقا نتواں کرد
خوش اسیریت دل ماکہ رہا نتواں کرد

چہ نتواں کرد ز بیگانگیِ خوئے کسے در بر خود ز جدائش جدا نتواں کرد
سرایں گریہ مستانہ سلامت باشد شعلہ حسرت دیدار بیہ نتواں کرد
عشق در نغمہ کلیل کہ خزاں دیدہ کلیت

چقدر رنگ ازیں سادہ نوا نتواں کرد

خوش رالاف زن ز ہدیہ نتواں کرد ترک پیما نہ چو پیما نتواں کرد
ایں قدر خواہش دیدار بدل از چہ ہے دیدہ از شرم برآں چہ چو نتواں کرد
متکیہ گریہست لفضل و کرم دوست ترا بخلطائے کہ کنی، ہیچ خطا نتواں کرد
بر لب دست و دم دیدہ نگہاں گشتہ است جز پئے دیدن رومئے تو دعا نتواں کرد
سجدہ شوق متباں داغ نہ پیشانیست آہ زیں شرم و گداز و بختا نتواں کرد
گر نہ برباد و ہد خاک مرا مبتیابی گردہ آئینہ ہار و بہو نتواں کرد
چشم تر پائے بگل کرد بکویت مارا خاک مارا بسر باد صبا نتواں کرد
اے جنوں لطف کن ز آبلہام پا افراز دشت پر خار و گداز رہنیا نتواں کرد
نظر ز گیس بیمار کسے در کارست آہ زیں درد دل ماکہ دوتا نتواں کرد
سر نہ گرد کہ دورت ز دم می ریزد سخنم آئینہ طبع رسا نتواں کرد

دبدم حسرت ہر کار بہن میگوید

کہ ز بیکاری خود عشق چہا نتواں کرد

خواہش میں دل دیوانہ ادا نتواں کرد لب پستم کہ ترا شکوہ بجا نتواں کرد

بسکہ در دیدہ خو بار کسے می گذرد
 بر ملا را ز دل خویش بگفتن بہتر
 حسنِ او خوانِ کرم چیدہ و من اگر نہ شیم
 قحطِ طاقت بود و مزرع امید خراب
 گرہ از بندِ قبا باز نکردی ما را
 دل کہ بتیابی صد زنگ کشتی از خویش
 لذتِ نعمتِ جو تو بکامِ دل ماست
 لفظ و معنی شدہ اے یار بہم می شہم
 بنگاہے چو توانی کہ کشتی عاشق را

پاک از زنگِ حنا آں کفیا نتواں کرد
 عاشقِ آں بت شوخیم حیا نتواں کرد
 شوق را منتظرِ بانگِ صلا نتواں کرد
 بارشِ گریہ بیانیت دُعا نتواں کرد
 بیش ازیں پیرِ بہنِ صبر قبا نتواں کرد
 نقشِ بر خاطر آسودہ کما نتواں کرد
 گرز خوانِ کرمش زلہ ربا نتواں کرد
 کہ مرا از تو یہ شمشیر جدا نتواں کرد
 سہل کارے بود و ناز چہرانتواں کرد

ترسم اے عشق ز معشوق نداری نہاں
 واقفِ را ز دلِ خویش ترا نتواں کرد

یادِ آں ناز و دادِ جو رجعتاں کرد
 بسکہ ما را خبر اے نالہ زمانتواں کرد
 حالتِ مشکلِ من آہ ادب داندوس
 آشنایانِ ہمہ زیں بحرِ باطل رقتند
 وزرہِ شوقِ تو آخر تنِ تہنا ماند
 دل ز لعلِ لبِ تو چارہ خود می جوید

دلِ ناکامِ پشیمان و فانتواں کرد
 بر لبِ ما ز دلِ خویش شدہ جانتواں کرد
 صبر نتواں بغمِ عشق و مہکانتواں کرد
 ما بگردابِ فنا ویم شنانتواں کرد
 خضرِ کم گشتہ دلِ را ہما نتواں کرد
 یا ندانیم تو اں کردن دیا نتواں کرد

عشق گر لب من مہر خموشی بزند
 بشنوائیں نکتہ زمین خندہ مزن آگرو
 حل ہر سداش تا بجائے نتواں کرد
 زانو انتظار تو چہ شرمندہ رجا نتواں کرد
 غنچہ آرزوئے ہست کہ و انتواں کرد
 از گل خندہ او بویے حیا نتواں کرد
 حائے در پائے خم میکدہ تا نتواں کرد
 کہ بدیں حیلہ ترا کامروا نتواں کرد

آنچہ ہرگز نشنیدیم کہے میگوید

حرف عشق ست دریں چون چرا نتواں کرد

ز دم پا در رہ شوقش سر نہ پیداشد
 دے با عشوہ سانی دل خود شاد گر دم
 ز سر ہم چو گزشتہ ناگہاں لدا پیداشد
 برفت آں شادی یکدم غم بیار پیداشد
 از آن آخر حکویم در میاں دیوار پیداشد
 شکستہ سبچہ خود ناگہاں زنا پیداشد
 نکر دم و یک رُوئے کفریں زہد ریائی را

نبودش ہمزبان و سخن میتا جاودیش

بہتمن لب اے عشق و سر گرفتار پیداشد

حافظ قرآن روئے یار تا دل کرد اند
 من ز ہول اضطراب میدان فارغ
 فکر یاد ہر چہ غیر ادت باطلی کرد اند
 تا مرا سی پارہ چون لعل حائل کرد اند

رہروانِ شوق را آسودگی ممکن نبود
دل رُخ خوب ترا آئینہ دارِ خوب بود
گرمی ہنگامہ پر داند بکسرِ سختند
بویِ اخلاص بلطفِ ظاہری ہرگز نبود
در کشاکشہائے مرگِ زندگی اقتادہ ام
بجھشش موجزن زاب گہر کردند باز
ہر کجاکشتی دل اقتد نباشد بے خطر
دل رود بر پیمِ او پیش نہ بیند سول
مستمع سرگشتہ ہر وادی چوں قیس باش

منزلے در ہر قدم آں سو منزل کردہ اند
چوں کنم چوں پردہ ہائے چشمِ حائل کردہ اند
تا نگاہِ شوق مارا شمعِ محفل کردہ اند
دلبرانِ زیں دلہی ہایم چہ بیدل کردہ اند
کاں دو چشمِ نیمخوابم نیم بسل کردہ اند
دیدہ تادیدہ دیدارِ سائل کردہ اند
غم بود در یائے دانا یا سائل کردہ اند
مست صیاد است نہ خیرِ غافل کردہ اند
لبلی گفتار مارا چند محفل کردہ اند

در سمرنِ عشق سودائے نکاپو حیف حیف

چوں مرا زیں دیدہ تر یائے در گل کردہ اند

تامراہم جو رازاں شیریں شامل کردہ اند
کردہ اند احساں کہ مارا سخت جان ل کردہ اند
دخستے دادند اورا ایقہ رازِ ما سپرا
بر دل پر نورِ ما داغِ سیرِ روزِ نہی شمت
ناز ہا بر یکے گر کردن خوش است انجام کار
ساکاں را مایہ آرام شد سرگشتگی
تلخ کامیہائے عالمِ دل کردہ اند
بہر جو آں بہتِ بیرحم قابل کردہ اند
گردل مارا بسوئے یارِ مائل کردہ اند
آجے تابِ مہرِ تازاں مافائل کردہ اند
عشقِ من جس ترازو آغازِ کامل کردہ اند
جادوہ دشتِ طلب گوئی کہ منزل کردہ اند

ایکے محبہ کی کینج تنہائی حیا دارانِ عشق
 درخورد رسوائی دیوانگی ہر سنبود
 گو ہر یک نہ دل بود کش جو سندگان
 عشق بازی بازی طفل است سے عاقلان
 بسکہ باز و رجنوں زنجیر آہن، یسچ بود
 بازی باشد از ان در ہائے جنت بر رخم
 دامن امید پر کردند از گلہائے یاس
 نامِ آخر شہیدان شہادت گاہِ عشق

رازِ دل را از خموشی نقل محفل کردہ اند
 تنگ عالم کردہ اند آنرا کہ غافل کردہ اند
 از محیطِ اضطرابِ حسیں حاصل کردہ اند
 کارِ آسانی چرا بر خویش مشکل کردہ اند
 بند توایدل از ان مشکلیں سلاسل کردہ اند
 زخماں گزشتہ مرقاں کہ در دل کردہ اند
 عیش مار تلخ ز ان شیریں شامل کردہ اند
 آفریں بردست و بر بازو قاتل کردہ اند

دیدہ و دل را نگاہ نظر دارند عشق

کنے نگاہے بر رخ و لہ از غافل کردہ اند

بانالہ جاں سوز کب ویش گذر افتاد
 در بزم چو بر جام شرابم نظر افتاد
 دل نشاد بود تا کہ بزل ف تو در افتاد
 عشقت نہ ہمیں پیرو جاں را بسر افتاد
 یارب چہ بلا شوق نگہ کار گرفتاد
 گزاری می عاشق نشیدی عجب نیست

چون شمع مرا شعلہ رفیق سفر افتاد
 چشم تو بیا و آمد و ہوشم ز سر افتاد
 سر رشته مقصود بدش مگر افتاد
 این تش تیز است کہ دھشک تر افتاد
 در چشم زدن از مترہ لخت جگر افتاد
 کے دلکش گل نالہ مرغ سحر افتاد

گر دید ہوا خواہ چمن آں گل خنداں
 از یاد تو دل غنچہ صفت پرده شین است
 ایں طرفہ مئے غم کہ نگنجد نخم چرخ
 آمد بسر خستہ خود بہر عیادت
 باشد خط پیشانی من سنگ جفایش
 دل دار نہ پرید گہے خواہش دل را
 از گریہ و زاری شب روز چہ حاصل
 نیز نگ جہانے بود آں نو گل رعنا
 ہر تلخ تو شیریں بود از قند مکر
 میخواست برد آنکہ من بے سرو پا را
 بزنا مدہ یک روزش زال لب شیریں
 حیران جمال تو ندانکہ در آں زلف
 آں شمع کہ پروانہ اگستہ نظر ہا
 شعر و مخم گر چہ بود عیب سراسر

آتش ہمہ در جان نسیم حسہ افتاد
 خوش محرم را زیت کہ بن بخر افتاد
 چون تنگ تر آمد دل من بیشتر افتاد
 گوئی تو کہ جانے تین مردہ در افتاد
 ایں قرعہ بنام من دیوانہ بر افتاد
 دانست تمنا ہمہ از دل بدر افتاد
 در عشق کسے کار چو بازو روز را افتاد
 در چشم نیفا و عجب جلوہ گر افتاد
 تلخی چہ کشم چوں ہذا قم شکر افتاد
 دستیت کہ از پہلہ براں خوش کمر افتاد
 شوریدہ دل من با مید و گر افتاد
 دل از نظرش یا کہ نظر پیشتر افتاد
 در چشم نیفا و عجب جلوہ گر افتاد
 ایں عیب بہ بینید کہ رشک ہنر افتاد

حرف من آں گوش شنو عشق زرا عجاز
 باشد دید بیضا کہ بدست گہر افتاد

اگر کسے نہ پئے طرز یار گرید و خند
 خبر ز شادی و غم و لسان ما چوندارد
 بشوق سببِ نندان او بشد ز خود دور
 فریخ و ف و ر جا گر گہے خورد بد عالم
 بسوز و ساز گبوش چہ گفت سوختہ او
 بہر صباح ز بلبل چو راز ہا بکند گوش
 سر و بخش غم او بس ست عاشق اورا
 بہ ننگ شغل و گر جز خانہ عاشق یارا
 بریم رشک بذوق سیاہ مشی رندی
 حضور عیسیٰ دوران و ہر مرض خسارۃ

سخن ز عشق سرایم کیکہ دم زند از عشق

بوجد آید و بے اختیار گرید و خند

از کار بستہ جویم چشم کشاد باشد
 جز نام نامی تو مارا نہ یاد باشد
 آں کافر شکر شاید کہ یار گردد
 کز خامہ ام چو انگشت در کف زیاد باشد
 غیر تو ہیج نبود ایں اعتقاد شد
 مار از ما چو ہر دم شغل جہاد شد

۱۔ ایک صحبت میں شاگر طہرانی نے جو حیدر آباد میں مقیم تھے اپنی غزل " زمانہ ہرمن حیران زار گرید و خند و کا
 مصحح ٹیکر دعویٰ کیا تھا کہ اگر اس مجرور دیفہ کی غزل کیجیے گئی شاعر جانوں اس طرح پڑھو ہوا تھا غزل نسی عربیہ کچھ گتھی ۱۲

آید ز خانہ بیرون تا از درم براند
 طفل سرشک ہر دم در کونے او دوانست
 محنت ز بہر حجت باشد قصور غفلت
 زاہد بیاوے خور باشد کہ در دل تو
 در راہ عشق آہم برد ز غمزدہ قفاست
 یک دانہ گوہر دل مارا کہ ز ادا باشد
 آں شہر یار خوبی آگہ نشد ز حالت
 اے عشق شہرہ تو گو در بلاد باشد

ز گونہ چوں دل قیس سرگرم داد باشد
 رد سوال بوسہ گو زیں مراد باشد
 زان نامہ کہ نوشت او در جواب مارا
 سرگرم سرو مہری آناہ شد و لیکن
 تاکہ بکام دشمن از دست دوست بشام
 نالاں بنا امید دی در ہجراد چو بشام
 کشتی دل ساحل از بحر غم رساند
 قرآن جس را میں تفسیر نقطہ شد
 زلف چو شام لیلی یوم التناوہ باشد
 کم گفتن از دہانت ایجان نہ یاد باشد
 مضمون لطیفہایش بس مستند باشد
 چند انکہ کینہ از وے از ما و داد باشد
 چوں من کہے مباد اگر نامراد باشد
 زیں گونہ مصیبت چو خانہ زاد باشد
 فریاد نا امید اں بادم مراد باشد
 اعظم ز خال مشکیں اینجا سودا باشد

بہر رواج یاراں سوداے خام نختند
 بازار عشق گرم از جوش کسا دہند

ں آرزوئے لہا اگر خود مراد باشد
 رب گلے کہ مارا شمع مراد باشد
 ضمون ناز قہد از بیت ابر واد
 سوں گریست چشمش ایدل مخور فریش
 د گفتگو بسیاں در خواب یا بہستی
 از صبر و افراے آہ ہر خنجر چارہستم
 ناصح بہ بند لب راتا زود تر بیوم
 گل از زبان غنچہ میکرد این حکایت
 از مکتب معلم طفلے کہ می گریزد
 در یاد قامت ادبے آہ نیست تالہ

شادی کن کہ ہر دم صد غم خوری بنادی
 شاد آں کسیکہ در غم اے عشق شاد باشد

بہوج بحر نور صوبہ او آسماں گم شد
 حضور دل مجو از من کہ دل خود از میان گم شد
 بدور جو رہیم او ز عالم الاماں گم شد
 کسے کے در جہان زبیاں نظر اں ہا گم شد
 چو بنم زار میکریم کہ آں گل را کہم خداں
 زمیں گم شد زباں گم شد خیم گم شد چنان گم شد
 سہم گشتی گرد شتم آخر ہماں گم شد
 چہ قدر انداز پیدا شد کہ از تیر شفاں گم شد
 تہ نہا من ز خود فرم کہ تم نام و نشان گم شد
 ترجم ز دل او ہجو تاثیر از فناں گم شد

سرمے ز پیچ و تاب زلف او فہم دل
خبر آں ماہ بہم ہار نذر دست حیرانم
زمن باقی ہمیں بود سگش را جستجو کردم
جگر خواری مرا کار است در شوق لب لعلش
بسان شمع روشن جان من باشد زبان من
نہ دنیا دانم و عقبی سرور از مے لبس دارم
بسرنگ طامت از سبک مغز آں ہمی باشد
دل و جان خرب من آں شد در کابو
حدیث آں ہاں باشد عجیب من نمی فہم

بیاں چنداں پریشاں شد کہ مطلب از یگانم
بدو آہ سوزانم سر آسماں گم شد
کف خاک پریشاں گشت مشت تنہا گم شد
ہمیں سختی است از دل دہان من باں گم شد
زبان من اگر گم شد یقین آید جاں گم شد
یقین کردہ ام پیدا آں دہم و کماں گم شد
تخل بود گر مارا دریں بار گراں گم شد
سوارے دیدہ ام در رہ کہ از دم غماں گم شد
بکج نیتی گویم کہ عمر جاوداں گم شد

تلاشی حسن دل جوئی کند چوں عشق آوارہ

عباں ہر خند پیش ما است اما در نہاں گم شد

بوا عظ کے دل فرزانہ دادند
بزنجیر جنوں چوں دانہ دادند
عزیز از جاں مرا جانانہ دادند
مرا دل غیرت پر دانہ دادند
لب لعلش حسریدارے ندارد
قیامت شد کہ مارا از دم صور

سر شور و شرستانہ دادند
چہ تسکین دل دیوانہ دادند
ولے با آشنا بیگانہ دادند
ز سوز او ترا پردانہ دادند
کہ نقد جاننش در بیعانہ دادند
فریب نعرہ مسنانہ دادند

دوائے دروینِ غربت شد آحسر
 کہ زحمت بیش ازیں درخانہ دادند
 چغم کرخانہ ام ایدل خراب است
 پے دیوانہ خوش ویرانہ دادند
 نشد کوتاہ و عمر آمد سپایاں
 بیا و ما عجب افسانہ دادند
 غم بے خان و مانی صیت اکنوں
 مرا جا عشق در میخانہ دادند

بکشتِ حسن آب و دانہ دادند
 فریبت اے دل فرزانہ دادند
 چہ می پرسی ز حال عاشقانِش
 دل و جاں در رہش مروانہ دادند
 بسودایش دل صد چاک حیراں
 سوزِ لفتش بدستِ شانہ دادند
 بنخدم چوں صدف بر سینہ چاک
 کہ از دل گوهر یک دانہ دادند
 فسون و اعطی ما پُر اثر بود
 کہ رنداں دل بریں افتادند
 دلم کشتی بحسبِ آشنائی
 کہ مسکّاں در کفِ بیگانہ دادند
 ز حق مہرِ بتاں خواہم کہ از دل
 مرا ہم کعبہ و بُت خانہ دادند
 دل و زنجیر زلفِ بتیغِ ارش
 چہ آراے بایں دیوانہ دادند
 مضامینِ غریب بے نوارا
 ز ہر بیم دلا خوش خانہ دادند
 بنگجد غم ز شادی در دل من
 چہ شادی از غم جانانہ دادند
 چو عشق و بازی میرود زیر است
 بہ پیر ما دل طفلانہ دادند

قُرْطَالِ مَن کُنوں وہ چہ فلک بکام زد
 شکر گزارِ شایقان چون نشوند ہر زماں
 مت شد و سکت خم جام بنگ زد و گر
 داغ بود ز شرم آں محو بود بکاستن
 گشت ہا ز بندِ خود ماند بقید او اسیر
 مہر سپہ بے ثبات آئینہ دارِ آفتاب
 ہو شر بایں انجمن یوسف مین شد آنچنان
 رہزنِ غمرہ از حجابِ پابروں کجا نہا
 بہر لاشِ عقل دیں مین چہ کنم کجا روم
 تازہ و تر ندیدیم پیچ چمن چون ز خجک
 پیکِ صبا جز آہِ سرو از تو حکایتی نہ کرد
 عنبر زلفِ بونزدیم بر م کجا بود
 نوبتِ شادمانیم در غمِ تستِ دل نواز

ناز مکن بیا بگو با کہ شدی تو نام زد
 حرفِ نجاشی بہت با ہمہ لاکلام زد
 آنکہ ز چشمِ محلِ تو یک دوسہ بار جام زد
 لافِ کمالِ پیش تو تا کہ مہ تمام زد
 کاکلِ مشکبار تو بہرِ دلم چہ دام زد
 صبح اگر نواختا و بر سرِ خاکِ شام زد
 دستِ بفرقِ ہر یکجہ در عوضِ سلام زد
 قافلہ ہائے دل چسپاں باز بہر مقام زد
 راہِ صلاحِ عالمے آں بہتِ خوش خرام زد
 رنگِ گلِ حلالِ دلوئے گلِ حرام زد
 آتشِ تازہ در دلم آہ ازیں پیام زد
 آتشِ شوق در سرم وہ چہ خیالِ خام زد
 کوسِ نشاطِ بزلکِ نالہ مین مدام زد

حُسنِ چو سر کشتی کند پیچ جز اس مگر عی عشق

”ناز مکن بیا بگو با کہ شدی تو نام زد“

غنچہِ ماشمیں از یک نفس گل می شود
 ہر سودا دے از بیاضِ حسنِ کاکل می شود
 خونِ ما از جوشِ سمجوں آبِ رزل می شود
 ہر گیاہِ گلِ زمینِ نازِ سنبُل می شود

.....^{۱۰}..... توں می شود

آبِ نابِ بیت از جوشِ طربل می شود

چون نگہاں دزد باشد مالِ موم آن آو

بحثِ غیر آنجا کہ بخشد بے تامل کام گیر

در ترقبِ مہر عینہ خواہد جلوہ کرد

میکنی گلگشت کہ سارے بتِ جادو حرام

در تہیز آنکہ غور شیدا است یا جانسوزین

را نیم از کونے خود من پیش و پس دارم قدم

قوتِ سر سنجہ افزاید فرنگی را بہند

میرمان ستا خونیں دلاں دستِ غیب

نیشمال بدر آید از لبِ نانِ ہلال

جاہلی عہد ابود سہراییہ تو دوتاں

نا تو اں عشقِ کرد..... نہت کا ٹھل

رستہ مینی کہ..... کابل می شود

بیرون ز دشتِ دل نتوانم قدم نہاد

در یاد لی شوقِ براہِ طلب بہ ابیں

پس صحتہا کہ در خوردِ سر پیل می شود

کوزہ قند دہن را خندہ قلقل می شود

از نگاہِ ناز تا راجِ تعال می شود

طالعِ ناکام من محو تامل می شود

مہرِ رویش در حقِ مسکین چو کاکل می شود

کبکِ بر خسار و ز قمار تو بیل می شود

دیدہ در اولِ نظر محو تامل می شود

ہمچو آں گوہر کہ حیرانِ تعال می شود

شانہ در زلفِ تباں دستِ نطال می شود

زر بر غمِ گنج و کانِ زینبِ گل می شود

..... تو کل می شود

ہر تعارفِ پیشِ این دُمانِ تجاہل می شود

..... نہت کا ٹھل

کابل می شود

ہر چند رم ز مردمِ چشمِ آں غزال کرد

چندیں گہ ز آبلہ پا پائے مال کرد

چوں بلبلم چرا بگلستاں نمی برد
 یک آبله نہ لب بجوایش بھی کشتا
 جز در ولد ارمایانیت چوں جائے دگر
 ایکہ بامں نامزد گشتی بعالم ہوشدار
 چوں شود انجام کار عشق یار سنگدل
 در علاج ما طیبیاں عاقبت جوشند
 تا تو در بازار رفتی سرسبز گردیدہ اند
 آرزو جان مقصود دل عاشق توئی
 ساتی دوراں بکام ما نرزد عرس
 گل بجائے خار و لبل زار باشد در چمن

شوق گل رخنے کہ ترا ہر زہ مال کرد
 ہر خار خشک گر چہ زبان سوال کرد
 چوں تو اں رفتن ازیں لمجا باو اگر
 تا نگر دی در جہاں بدنام و رسوا اگر
 من یکے بے صبر دل ہم ناشکیبا اگر
 ہر یکے فکرے کند ہر دم زند را اگر
 از دل و جان جراں مقصود اگر
 خواہش دیگر نداریم و تمنائے دگر
 از دل خود کام خود داریم مینا اگر
 رفت او بہر تماشا شد تماشا ئے دگر

طالع پر کار داریم وہی نازیم عشق
 دستہ از بہر سیر ما شدہ پائے دگر

بہ ازیں اندیشہ ایدل کے بود را اگر
 راہ مشکل گزار دین ہمیں سرگرم شوق
 با بستم از دردندان ز اں یاقوت لب
 بزم مارا احتیاج بادہ انگورست
 دست زیر سنگ تنہا از دل جاناں نیم

در تلاش خوشیتن با شیم جوئے دگر
 پا نہاد رفت طاقت چوں ہم پائے دگر
 حرف حرفش میچکد کو لولائے دگر
 زانکہ میباشیم ہر دم مست مہبّا اگر
 ز آسمان ایم بر سر سنگ خار اگر

ز اہداز پشانی تو رو سیاہی ظاہر است
دین و ایمان را کلم گشتہ سیما دگر
بارہا سر و گلستاں دیدہ ام بکشت نشد
در زمین دل نشا تم سرور عجا دگر
شور بحر شور در چشم نمی آید زبور
ہست طبعم بحر شیرین گہرائی دگر
بے نیاز عشقم و در بند خشک تر نیم
دارم از چشم و دل خود دشت و دریا دگر

یار تہے حے بدل سخت یا رخش
با صبر وافرے بمن بقدر بخش
یار بیداں صفت کہ توئی گل بخار بخش
ایں خایم بین و مرا آن نگار بخش
دامان چاکہ اچو کنی تا ز تار بخش
مجنوں گہ ز آبلہ پای بخار بخش
ابر بہار دیدہ خونبار کردہ
تخم اہل سجا کہ رہ انتظار بخش
جاناں بر آب نقش ز آتش چہ خوش بود
از خون من بدست بلوریں نگار بخش
لے دور چرخ گریہ متانہ ام یہیں
جام حیا بن گیس مخمور یا رخ بخش
دروی غصہ صفا طرب ہر چہ میدہی
ساقی از دست تست مرا خوشگوار بخش
مست نگاہ و خندہ لعل لب تو ام
آمد بہار و چہرہ زہے ہچو گل بکن
اے شوقِ وصل کار چو افتاد با شکست
اید دست درد و داغ محبت چہ می کنی
دائم نشان ز دل نگدازی بسینہ ام
داغ غم خزاں بدل لالہ زار بخش
دست و دل شکستہ مارا بکار بخش
گنجینہ بیت ایں بدل از دوار بخش
داغے ز دست خویش مرا یاد کار بخش

بے اختیار دل نشو و پیشِ دلِ بسراں
یارِ مرا ز لطفِ خود ایں اقتدار بخش
گر سوزِ شوق شعلہ کُھے مید ہی چم
اے کار سازِ دلِ بزم سازِ کار بخش
بے زردار عشقِ گلِ داغِ مفلسی

از تخمِ آرزو بدلِ خود شترِ بخش

از دیدہ تا دیدہ چہ با تیشی انگارنش
..... ندادندش

اقبال بیند
پر شورِ جہاں شد چو ازاں ز گس تاں
گردِ میخ ہر دو جہانش
قطعِ نظرم چون نماید ز دو عالم
بیدار شود بختِ من از خوابِ گرانش
از سر دمی باز ابروِ فایمِ مگویند
تینِ ستمے کر دلِ سختِ انسانش
زاں سانِ دلِ من بست کہ سوزِ دلِ دوزخ
سودا زردہ را کہ بود سوزِ یاناش
گو غیرتِ فردوسِ زمیں شد بزبانش
از تینِ نگاہتِ نتوانم کہ برم جان
ہر چہ کہ جو ہر بود از خطِ امانش
آں کہ کشی نقشِ رخِ خویش پدیدہ
خالی نتوانی کہ کنے خانہ جانش
از پائے نکلند است مرا شوقِ رفاقت
بے سایہ خدایا نشو و سرور دانش
معراجِ من دلِ شدہ اے چرخِ مہینا
رفتیم اگر از پائے بیقیم بزمانش
زخمِ چو کہ ز شکوہ لبِ تشنگی از تو
از تیر و گر باز تو اں بست ہمانش
دروںِ طہمِ دلِ چہ ازاں ترکِ جفاکش
با آنکہ ہتی گشتہ نہ از تیر کمانش

عشق است و کنوں گاہ گنجائے سرد
کو لطف بیانش چہ شد آن طبع روانش

ثابت برو کنم چہ وفائے قدیم خویش
آخر چکو میت کہ چہ برین رود بہ ہجر
عین الیقین ز روئے تو مار انصیب نیست
گلبائے نوشگفتہ شد باز غنچہ ہا
فریاد و بقراری ماییت بے سبب
منت شناس جو ریتاں گشتہ ایم باز
آزار داد ایک خیال رخس مرا
مگذر جو خویش جفا کار گوش دار
بینی سلامت من استقامتم
گوید مدار هیچ زمن چشم عافیت
بیرون نمود است ز لطف عمیم خویش
ہرگز نہ گشتہ ام چو دے ہم بدیم خویش
تا کہ بسر بریم با مید و بیم خویش
غماز کردہ ایم بگلشن نیسم خویش
آخر چہ چارہ بود ز صبر عدیم خویش
ماییم و بندگی خدائے کریم خویش
محموس کردہ ام بدل چوں حجم خویش
بجائے وفادہ ہم ز عظم رہیم خویش
ثابت قدم شدم برہ ستقیم خویش
بیار ز رگس تو کہ کردم حکیم خویش

اے عشق دیدہ کہ جہانے نمودہ ام

حیران ندرستی فکر سقیم خویش

تعالی اللہ ما حجاب بعالم کرد مشہودش
بزلف بقیرا خود ہی مہنی چو موجودش
شب زلفش کہ ہر دم با چشم جلوہ اندوش
تجلی پردہ نورے دہان بنید موجودش
چہ پرسی از دل نا کام ہا زار امفقوش
سرخ رشید حسن آمد فردرسل ممدوش

لب لعلش کہ خطِ سبز دارد مشکِ کوشش
 رخس گر مجر خورشید دل سوزانِ من عودش
 دل بیچارہ مارا علاجِ نیست چوں باشد
 پس از عمرے مرا خوش گرد زان عہد کہ من انم
 غبارِ راہ شد عاشق بد امانِ صبا افتاد
 چہ کریم شوخ چشم من بسوئے من نمی بیند
 نگہ کن طولِ ہجر و ذلت بسیار شدایت
 چو زخم بر سر بالینِ بیمار غمت دیدم
 بدل گرد غمِ دوراں بلایِ بود اے ساقی
 معنی دل برد از من انم چوں شکیب آرم
 رخس در سادگی سوز دل جانِ انمیدانم

فغانِ میں آتشِ خاموشِ عالم سوز پر دوش
 ازیں لجے وفا گردید و ہر سو میرود دوش
 بہ عشقِ نرگس بیمارِ ادمنظورِ ہوش
 شوم قربانِ آں پیمانِ اں ایفا مہوش
 رسیدن تا بدر کاؤنویاں بود مقصودش
 چہ سود از نالہ زارم کہ آں گلِ بیخ نودش
 میرس از دولتِ جاوید او و بختِ مستوش
 بذکرِ خیر تو مصروفِ آلِ نفاسِ محدودش
 ز لطفِ توئے روشن ازیرِ آئینہِ بزدوش
 بحسنِ یوسفِ مصری ہا السحان داؤدش
 چہ خواہد کرد ایں آتشِ نمایاں چوں دودش

ز بس بیتاب گشتم از خدا خواہم کوی عشق
 کہ ناخنِ ن بدل شد بالہائے درد آلودش

باتامت خمیدہ کمانے نمودہ ایم
 ہر کہ بعشق زورِ طبیعت نمودہ ایم
 مست نگاہ بر سرِ بسترِ غنودہ ایم
 دل را شکست ننگِ غمت چو گامِ رحمت

ہر دم ز آہِ تیر ہوائے کشتودہ ایم
 عاجز شدتِ فہم بے آزمودہ ایم
 از چشمِ پر خمارِ تو غفلتِ ربودہ ایم
 زیں بادہ کہ کم شدہ مستیِ فرودہ ایم

ورسیل تو غنچه دل تازه گل شکفت
 آئینه که صورت نیکو نمود
 کم نهم نیستیم بابس اشارتے
 شد وصف بشمار تو چوں از بیاں برد
 رنگیں کنیم دامن محشر ز اشک غن
 ضائع نکت نغم امل در زمین دل
 هرگز دامن از زد کوب و لنتش
 ایں طرفه عقدہ که ز بستن کشوده ایم
 ما هم بچشم روی چو باہت نمود ایم
 تا صبح برو کہ آنچه تو گفتے شنود ایم
 در پردہ ثنائے تو خود راستودہ ایم
 از بسکہ گو دامن ناز تو بودہ ایم
 اے چشم ناز دانه گوهر رودہ ایم
 روی ادب کہ بر در جاہ نوسودہ ایم

یاد آں زماں کہ عشق بمیدان امتحاں

از ہر کہ بود گوئے سخن ما ر بودہ ایم

و چشم رویت تو برد یا غنودہ ایم
 یک بحر اضطراب عشق تو بودہ ایم
 تا شیر گرم آہ سحر آرمودہ ایم
 ہشیار یسج کہ ز تو غافل نبودہ ایم
 کز خرد جز و تن کف افسوس نہ ایم
 تا پردہ ز آفتاب رخ او کشودہ ایم

بے پردہ دیدہ ایم رخ پر حجاب تو

مشکل بسیں ز لطف صبا چوں کشودہ ایم

دانی تو لطف خود توئی عمر عزیز ما
 فرقے دلا میان حبیب و قیاس نیست
 اندوہ عشق از ہر شادی چو خوشتر است
 آسودگی عمر ز لطف فرودہ ایم
 در خلوتے کہ محرم اسرار بودہ ایم
 دل راز گرد کلفت دنیا زودہ ایم

دارد زین سوخته دل چه آبله
بر فرق سخت جانی خود خاک کرده ایم
بنیم طاقے مگر اے دل بخواب باز
داریم چشم عفو خطائے چورقمه است
بیکار و کشت این همه غم در دوایم
سویان نفس شد و مہلہ لباس سودہ ایم
گشتم نقش فرش براحت غنودہ ایم
با خود نبودہ ایم اگر با تو بودہ ایم

در دست ما ز خامہ جاد و فریب عشق

آمد کلید و زان در و لہا کشتودہ ایم

خال ترا کہ مرد مک چشم تر کنم
پرواز شوق شمع مراد نظر کنم
حرّم بوصف زلف شود عقدہ و گر
بر شمع داغ شوق تو پروانہ گشتم
نازم بضعف خویش کہ اندر ہو شوق
باز ارسن خود چو کند گرم آن نگار
نقشت چگونہ دور ز پیش نظر کنم
پروانہ وار آتشے در بال پر کنم
زین نافہ ہائے مشک چو در جگر کنم
کے خویش راز لذت و صلت خبر کنم
پرواز ہا بسوئے توبے بال پر کنم
سودای نظارہ من این چشم تر کنم

ترس و ہراس بل ہوس را ستم است

عاشق شدم چو عشق چه پروا سر کنم

تاکے در آرزوئے تو خوں در جگر کنم
از سوز دل چو قصہ شوق تو سر کنم
چشم غایت توجہ نیست از قریب
بگذارتا برویتو یک دم نظر کنم
در خامہ جائے حرف سراسر شرر کنم
من تا بکے زویدہ حسرت نظر کنم

آبے بروئے کارِ خود آوردہ امرا شک
چشم ہمیں بود کہ ازیں خوب تر کنم
سیرِ عدم دہان تو بنمود بار ہا
عمرے بچین زلف تو خواہم سفر کنم
شد خانہ ام سیاہ ترا ز شفق آسمان
از بسکہ دو و آہ شب روز سر کنم

شداں پریشانِ دل جلوہ گر چو عشق

دیوانہ دارانہ چہ بہر سو نظر کنم

پیرانہ سرتلاش مضامین تر کنم
پیری و شعر غیرت شیر و شکر کنم
ہر دم ز تو تحمل جور و گر کنم
ہرگز گماں نبود کہ صبر ایں قدر کنم
دانتہ زو تجا بے اے دل شود ز من
باشد کہ از تغافلش اورا خبر کنم
در یوئہ گداز تو اکیر گشتہ ام
اے سیم تن ز بہر تو تا فکر ز ر کنم
داند کہ کام تشنہ دیدار تر شدہ
چشمے اگر بشوق لب نش تر کنم
از بس مہربہ ہیچ نیز ز دیرین ماں
خاموش از اں شدم کہ عیب نہر کنم

نازم بدستگاہِ خود اے محشق در غمش

کز چشم و دل تدارک صد بجزد بر کنم

چندانکہ من برو دلاران نظر کنم
حسرت بدل ز دیدن تو بیشتر کنم
گویا کہ خامہ خط شوق تو گشتہ ام
حرفے نہ سر کنم ز تو تا چشم تر کنم

گلبائے تو شگفتہ شود باز غنچہ ہا

آہے اگر رفیق نسیم سر کنم

حُسنِ چوں عشقِ چو در بندِ حیا می بینم
چشمِ هر حلقه که در زلفِ رسامی بینم
کس ندید است و مبادا که ببیند گاه
دل چوں سنگِ بتان آشفته و از دلِ من
هم تن سنگِ شدم داغِ چشمن می باید
داغِ ناکامی دل تیر سپر میگرد
ننگِ گلشنِ امید کجا رفت کجا
بے سرو پا فی من نیز بجائے بر سا
چیں به پیشانی و لب پر ز تبسم چه بود
کس ندید است بله سوزش عشقت ایجان

دلخراش است بے ناله زارتِ عشق

در سخن گر چه ترا هرزه درامی بینم

کینه تو به که در جانِ وفا می بینم
خو برویانِ جهان را همه دیدم اما
یاس و امید بهم فوجِ کشیها دارند
جلوه پر دازی تو گر چه پس پرده بود
سر مهری بُت من چه اثر کرد به من

چشمِ جانان و لبِ لبش نه وامی بینم
در تماشا شایسته رخت روبرو قوامی بینم
آنچه از دیده مشتاقِ شامی بینم
گر گویم که در شیشه چها می بینم
بوفاداری خود از تو حفا می بینم
در کفِ خویش چو شمشیرِ عامی بینم
مشت خاکیت که در راهِ صبا می بینم
ایکه محتاجِ درت شاه و گدای می بینم
هر دم اے شوخ ترا نازه ادا می بینم
جلوه حُسن ترا در همه جا می بینم

گلِ این فتنه بدامانِ هوا می بینم
خوبی و ناز و داد از انِ شامی بینم
ایں دلِ تنگ چه میدانِ غامی بینم
عالی را همه حسیرانِ بقا می بینم
دلِ تنور سے شد و طوفانِ بجا می بینم

منتِ لطف و کرم پر سرشیرائی نیت
گرا دای نہ کنی وعدہ بسیار بزد
دورانِ دیش چو باز یگر چرخ است کنوں
تو خدا نبی روئے بتان من زائد
ابن قدرست کہ احسان جہامی بینم
بہر خود آں ہمہ سامانِ قضا می بینم
کوئے دعا می بینم

آسود گردم نہ ز رفتارِ شبنم
از کوئے تو بادیدہ خونبارِ بستم
من سرمہ و کفش قدم چشم دریں راہ
شد سکر کہ زیں داغ کہ زد بر سر من یاس
آں زلفِ گرہ گیر مرا رشتہ جاں شد
عمریت کہ داغ دلِ خون گشتہ خویشم
در کوئے تو چوں باد ہوا تند بود آہ
دار فکیم خواب شد و کیتِ معبستہ
روئے دلِ خود کرد و جہاں سکو تو کرم
رفیق نتوانم بسرِ ساقی و ساغر
ما تند نفسِ گرم ریش عشق چو شتم

یک دم نبود بیش چو بسیار نشینم
 رفتیم که در آن کوئے سبکسار نشینم
 بیکار نشستن بدش گر چه فضولی است
 از غیب مگر عقدۀ کارم بکشاید
 با گرد خدایت برسد شور قیامت
 از عشق و وفاها که نمودم بد را و
 حرفی نکندم گوش و نگویم سخنی آه
 خواهم که ترا آینه دل بنمایم
 در کوئے تو چوں بادل دازفته خواره
 سی پاره دل در غل و سیج نکویم
 زنگار شود جوشن آینه ام ای کاش

بهر لحظه بزمش که بود رزم گر عشق

آساں روم و آه چه دشوار نشینم

در خانه خود بے تو اگر یار نشینم
 بیزار چہ از درد و دیوار نشینم
 ہمدرد خود اے آہ ندیدم چو کس را
 غیر از دل خود با کہ بگفتار نشینم
 انگشت نما میکندم مشعل آہسم
 گر برہ تو ہم شب تار نشینم
 بزخیز و بروی شوم گر چه زہر سو
 ناچار در آن کوئے بصدور نشینم

چوں جز بخیالت نردم من چه تفاوت
از شرم حجاب تو اگر دیده بستم
بر توسن شوق تو دریں راه خطرناک
این است فروغ من مهجور که شرب
راز تو شد صیت مقابیکه در آنجا
عشق است مرا پیشه بوس شیوه انبار

در بزم تو گر اندک و بیار نشینم
صد شکر که در گلشن دیدار نشینم
چوں رفت مرا طاقت ز قمار نشینم
چوں شمع ز سوز دل خود زار نشینم
فاغ همه ز اندیشه اظهار نشینم
در زمره کفار چه دیدار نشینم

بیهوده بے گشته ام ای عشق بهر سو

زین پس بدر حیدر کرار نشینم

گشتم ز ہنر بسکہ گرانبار نشینم
از جور و جہائے تو کہ رفتن نتوانم
سودائے تو جاییکہ نباشد نبود آہ
کار من دارفته سر وصل تو باشد
سرگشته شوقم نہ نشینم چو نشینم
از قصد عذابم چو بود گر بد را نی
لے غیرت سرخسپہ کوثر ز لب خویش
مشتاقی و دیدار مرا مانع رفتار
عمریت کہ رفتم ز دولت ہمچو ترسم

یوسف نفرو شدم سربازار نشینم
در بند و فائے تو گرفتار نشینم
در آتش این گرمی بازار نشینم
ہر جا کہ نشینم بسر کار نشینم
بر خاک رہ آں بت عیار نشینم
بحکم تو بر خانہ گنہگار نشینم
در باب کہ بس تشنہ دیدار نشینم
خیزم چو ازین در پس دیوار نشینم
تا کہ بدرت شوخ دل آزار نشینم

ز گینبی طبع خوش اطفال نمایم چوں لاله که در دامن گیسار نشینم
 نازم که گل محسّرین این خارے من شد
 تا عشق دریں بزم چو گلزار نشینم

از چشم تو ساقی نه بانکار نشینم در صومعه بنشینم و میخوار نشینم
 دنیا همه دوزخ شده زیر جوش خلافت گر صلح کنم پیشه بگلزار نشینم
 از جان زوم هیچ بصد عشوه دنیا در شوق نگاه تو که هشیار نشینم
 مهر رخ تو گشته زبرد زه نمایاں زیر ضعف بستر آدم دیدار نشینم
 همدرد مرا کیت بحسن ذات مجا در عشق لب و چشم تو بیسار نشینم
 در خواست غافل که تو داری چه نماید چون منتظر وعده واقار نشینم
 روشن ز رخسار برج که ام است اندام لے ماه چه شبها که نه بیدار نشینم
 عیش و گراں را بکنم از چه منغص هر جا که روم بادل افکار نشینم
 از جان خود و جمله جهاں بگذرم اما هرگز نه جدا از تو دمی یار نشینم
 فرمان تو بر جان من خسته روان است تکلیف مراده که روادار نشینم

با عشق سخنداں که دهد داد بیاں

بنشینم و باد قتر اشعار نشینم

با طبع چو یوسف سرباز ار نشینم بنشینم و چوں صورت دیوار نشینم
 هر خار دریں دشت شود دشته خونم هر جا که نشینم پئے ایشار نشینم

باز ست مرادیدہ براہ تو ز عمرے مشتاقی نظارہ نگہدار نشینم

پنہاں دو دم بکہ براہ تو خموشی

چوں بوے بزنگ گل اطہار نشینم

ہر چند خواستم کہ ترا مہرباں کنم از سعی خویش بیش وے بدگماں کنم
دستے براں کمزردہ ام تاروم رست ایس پیچ و تاب وے رگر از میاں کنم
تا نفس گسستہ نماید زیاد او آنرو کجا کہ آئینہ امتحاں کنم
ہرگز نمی شود ہنرم عیب شمنان گر عیب خویش را ہنر دوتاں کنم
کردم خیال قاصد و شکم کباب کرد اشک ندامت است کہ ہر دم رواں کنم
رنگینی است لازم سرسبزی نشاط ایس نکتہ راقیاس من از رنگیاں کنم
رنگینی سخن نبود خوشتر ز درد بوے کجا ز رنگ گل ارغواں کنم
در بحر شوق کشتی دل می کنم رواں یارب ماں بدہ کہ زبان دہاں کنم
گر کار بر تو سخت گرفتم دلا بے شوق ہم کار رواں ترا کنم و کامراں کنم
آں زلف و خال را کہ بیک چشم دیدم در عشق پاس خاطر خرد و کلاں کنم

اے عشق غم ترا شئی من کوہ کند میت

فرما دقت خویشم و شیریں زباں کنم

دل را تہی ز درد تو جاناں چیاں کنم تا کہ زباں بشوق تو عاجز بیاں کنم
بر دو دہ گرم نگاہے نمی کنی زیں ابر تیغ برق ترادرمیاں کنم

سُکُشِ نمود و دُرُ کُشی ہائے حِشْمِ او
 آ ز ر د گِی بَر نَکِ کُلِّ تَا ز ہ خندہ زن
 از ہر غم تو گریہ شادی فزون ہیں
 کائے ز چرخ نیست غرور نیاز را
 سہر تا بیائے حسرت دیدار گشتہ ام
 بہر شکفتگی نفس بلبلاں بس است
 چون قصہ فراق نشد از بیاں تمام
 ناقد روانِ جاں بنو کس چمن کمن

خود را چگونه داخل دُر دی کشاں کنم
 در حیرتم چہ چارہ ز خُمِ زباں کنم
 سیلے ز کوہِ صبر بدیں دواں کنم
 پا مالِ گردِ خویش براں آستاں کنم
 دل را ز دیدنِ تو کجا شاداں کنم
 خواہم نسیم دور ازیں گلستاں کنم
 خاموشی گزینم و صد و استاں کنم
 جنسِ گراں بہائے سخنِ رایگاں کنم

از فرط ضعف بسکہ چو را ز نہاں شدم
 من را ز عشقِ ران تو انم نہاں کنم

جاں ہدمِ عزیز و چہ بردلِ گراں کنم
 راہے کشادہ سوئے تو گردِ دقینِ برا
 گوئی بباغِ حسرتِ لعلِ تو بلبلم
 پُر از گلِ بہارِ کمن دامنِ خزاں
 داغِ فِرد گِی خزاں گشتہ ام کہ با
 ابرِ عسیمِ نگاہ کہ دارد تر شمع
 بہجوں زباں مرا بنود اعتبارِ دل

ہر دم ز در غمِ زبناں زہِ جاں کنم
 از بے نشانی تو طلبِ گر شاں کنم
 عجبے بر چہاں کہ بشور و فغاں کنم
 مانند غنچہ خندہ اگر یک ہاں کنم
 دیگر گلے شکفتہ دریں گلستاں کنم
 از قطرہ تشفی دریا کشاں کنم
 نیاں کجا کہ محرم را ز نہاں کنم

گرچوں شرِ جہم ز دلِ ہچونگ تو
از صحبتِ گراں نگر فتم گراں چہرا
از راہِ شوق تو خوا گیاں کنم
زیں شرم آبِ تیش زنگِ بیاں کنم
آوارگیِ ریکہ اں طرحِ تازه کرد
فکرِ رسا بطبعِ رواں ہمنماں کنم

نے من سخن شناسم و نے نکتہ ور وے

خود را برائے عشق ہمیں ترجماں کنم

بے اختیار مالہ دآہ و فغاں کنم
بر سوزِ داغ ہجرتِ صبر و شکیبِ صیت
سامانِ فاش کردنِ رازِ نہاں کنم
خواہم کہ پردہ دارِ می از کتاں کنم
بانگِ نازِ راز و نیازِ سبکشاں
فریادِ ہا کہ بر درِ دیرِ مغان کنم
صیاد و لفریبِ قفس و لکشاچاں
محو از خیالِ گلشنِ دہم آتیاں کنم
گشتم غبارِ خاطرِ یوسفِ جمالِ خوش
یاورِ چو نیتِ از دلِ دارِ فتم ام پیر
گردِ شکرِ ضعفِ زاکتِ نمی شہود
از لطفِ گاہ گاہ تسلی نمی شوم
از لطفِ غصبتِ بگلِ رنایِ باغِ حسن
از بیکہ رشکِ قاصدِ خود می گذمرا

از شعرِ عشقِ سامعہ افروز می شوم

زیں خو تر چہ تحفہ ہر نکتہ داں کنم

آتشِ بسینہ دارم دودِ ازاں کنم
 چرخِ ستمِ شعا ز برتے کجا کند
 از نورِ داغِ عشق تو تا ہم چو ذرہ
 ہر دم غم تو گر چہ فزوں ز فزوں شو
 صبرم ز دست رفت بیا ناصحابیا
 زاہد اگر تو عاشقِ حورِ خباں نہ
 مجنونِ فصلِ گل ز چہ بیکار ماندہ است
 مشتِ غبارِ من ز پے رہبری بست
 از من نہ ماند گر چہ بجزِ مشتِ استخوان
 اخلاصِ عشقِ بہت ز اظہارِ بے نیاز

مکن نشد کہ داغِ دل بتقیرِ عشق

مہر لبِ زبانِ ملامتِ گراں کنم

از شرمِ عشقِ مہرِ ادبِ بردہاں کنم
 زنگِ بہارِ وصلِ زیادم نہیرو
 تدبیرِ بازِ گفتنِ رازش ہمیں کہ من
 گناہیم بے عشقِ شناسد چو عا ر خود
 از دُورِ باشِ نالہ آتشِ نشانِ خویش

زاں سماں فلکِ زدہ ایں سماں کنم
 زیں و سرِ آہِ من ناتواں کنم
 مانند آفتابِ مسخرِ جہاں کنم
 شادم ازیں کہ من نتوانم عیاں کنم
 تا گرم تر ز منع تو دلِ راغان کنم
 صد توبہ من ز دیدنِ روتباں کنم
 من کار ہما ز دیدنِ ایں کو دکاں کنم
 ز آوارگی ہزار اگر کارواں کنم
 در عشق تو گدازم و مغزِ استخوان کنم
 خود را چرا بزمِ ہمت کشاں کنم

با خویشِ چشمِ شوخ ترا ہنریاں کنم
 ہر دم کہ خوشچکاں بجدائیِ فناں کنم
 تختے ز دل بگیرم و آنرا زباں کنم
 پیدا براے خویش چہ نام و نشان کنم
 برتنے نیافتم کہ خسِ اشیایاں کنم

گم گشتہ بدست کسے کے قند عبت
نیز دغا کجا ہدف مدعا کجا
گر چشم یار می کند امدادِ گردشے
جانتنگ گشتہ است بدروخت ازاں
از شرم سرگرافی نازِ نزاکتش
چوں زورِ ناتوانی خود متحلا کنم

پاداشِ منتے کہ نہد عشق ازستم
جان ہم فداے آں صنم دستان کنم

تا از گدازِ عشق تو روشن بیاں کنم
مستِ شرابِ عشق شود شاد و غمیش
بگذشت موسم بہار و زمانِ خزان
گلچینِ باغِ حسرتِ نظارہ ہم نیم
پیری رسید خواہشِ عشقِ نشاطِ حبیب
زین ہوشِ ساقیا چہ خطر ہاست و کس
صدرِ خنہ کرد بر ہدفِ آرزو دل
کارے ز چشم و گوشتِ زبانِ دلم نشد
در گدراہِ منزلِ مقصود گم شدت

شمعِ دماغِ سوزِ جہانے زباں کنم
بنگر کہ گریہ نیز تبسم کناں کنم
زین چشمِ اشکیا رتاشہ ہماں کنم
از سبکہ پاسِ خاطر تے باغبان کنم
ز نگینی بہارِ حیاں و خزاں کنم
لطفے ہمن کہ میکدہ دارِ لالہاں کنم
دستِ دعا خویش کہ تیر و کماں کنم
در حیرتم چہ شکوہ وضعِ جہاں کنم
یارِ بچہ فکر غارتِ این کارواں کنم

اول دہانِ خوش بہفت آبِ شستہ ام از نام او کہ خشک پیایے زباں کنم
خوش مصرعے چو نیت بدیوانِ باغِ عشق

آہے بزیرِ سایہ سرورِ رواں کنم
بیش از شمارِ شکوہ جو رخ چہاں کنم
دائِم کہ از کشاکشِ شوقِ وصالِ تو
بگستہ عاقبتِ زتنِ خودِ رواں کنم
افتد بہت گر سرِ زلفِ درازِ او
از شہرِ ہوش تا بر پیرِ منہاں برم
این است گر نو از شس ساقیِ روزگار
از دل چہ گوہر کیہ دریں سیماں کنم
سنگِ نشانِ براہِ نوشد سختِ جانم
میناے عیشِ ہر دو جہاں انہاں کنم
باشد چہ آتشے بدلم شعلہ زنِ کزاں
دلِ خون در آرزوئے ارغواں کنم
در ہجرِ جوشِ داغِ سیہ وزیمِ میرس
کے سنگِ راہِ وصلِ تو خوا گے اں کنم
بر چرخِ تیرہ فامِ گمانِ دُعاں کنم
ہر گز گماں نبود کہ اسرارِ عشقِ را
آخر شمارِ دیدہ گوہرِ فناں کنم
رسوا نہ داشتہ بجسے درمیاں کنم
یکبارگی بکا زبیاں گر کنم خوش است
جان و دلیکہ بر سرِ کارِ زباں کنم

روشن سوا دِ حسنِ خطِ او دلم شود

در مکتبِ تو عشقِ اگر درسِ خواں کنم

وصفِ ترا کہ لذتِ کامِ و زباں کنم
خوش لقمہ بود کہ زیاد از دہاں کنم

در چشم آنکہ (گاہ) تو مہاں شوی دیر
از شور خندہ لبِ شکر نشانِ او
عمریت گر چہ یارِ ز من جملہ غافل
دار و بکارِ خویش ہماے خدنگِ او
در چشم شوق بس کہ نگہ خار گشتہ است
شمعِ مرادِ من تو چہ گرمِ تھانی
قیمتِ نگر کہ دوست نگر و دید و دوست
جان منی و دل شدہ دولتِ سرتو
داعیکہ چشم داشت دلم از مہی کنوں

رونقِ فزائے دل شدہ نیزنگِ یارِ عشق

زین باغِ دور زنگِ بہارِ دُخاں کنم

از دور سجدہ ہم چون فلک ہرزماں کنم
دل را یقیں ز وعدہ چہ طر نشان کنم
عمر دوبارہ وصل تو بخشد اگر مرا
چوں منزلِ نخست طلب بہت بخودی
از رشکِ نقشِ پائے چو پرداغ شد دلم
آلودہ کے ز بوسہ من آں ستاں کنم
آئینہ وصال تو تا کے گساں کنم
پیرانہ سر چہ فخر ز بختِ جواں کنم
گم گشتہ ام کہ رہبری ساکاں کنم
چنداں طیم کہ راہِ تیرا بے شاں کنم

در حیرتم چگونه شد ای در دواغ او
 باز از ناز گرم و منم تا جریا ز
 تا گشته محبت خضر لب تو ام
 تیرستم بنگ شکیم منی خورو
 رسوائے عالمے تو چه پرسی که چونم
 گردم ملاک فہم رسانی معاطرں

راز ترا کہ من ز دل غم و نہاں کنم
 سودائے سودیت چه فکر زیاں کنم
 سیر بہار زندگی جادواں کنم
 بتیابی بہانہ بے امتحاں کنم
 آئینہ رُخ تو چرا رازداں کنم
 دانستہ خویش را نہ اگر نہاں کنم

خوں کردہ ام سببہ دل و درد ہاں ہاں
 زیں گو نہ عشقی ہیں کہ چه رنگین بیاں کنم

محکم حصار گرچہ من از استخواں کنم
 شیریں چہا بسان طلب کام جان کنم
 یارب مباد ہجوئے از شیشہ جلوہ گر
 این است ترک تازی آں شہسوار اگر
 امین نمی شوم ز بیمجون شوخیش
 بر ہر نشان دوست روم را ہمچو تیر
 ترسم بکا بر عشق شود عقدہ و دگر
 غمہائے عشق تشنہ جگر چشتم ز ند
 گرد آب سیرنا ز غافل کنی مرا

لیکن مقام در دترا مغر جاں کنم
 زخم تو چوں معائنہ در استخواں کنم
 چوں سنگ آتشے کہ ز مردم نہاں کنم
 بیرون ز دست صبر و تحمل غماں کنم
 ہر چند دور بین نگہ دیدہ باں کنم
 زیں بار غنم اگر چه قد و کماں کنم
 دامن سعی را کہ گرہ بر میاں کنم
 آہے سبیل تا پئے ایں کارواں کنم
 چوں من کنارہ زیں کرم مگر اں کنم

داند پیہم بنزل مقصود برودہ ام
 خونم حلال دختر رزمی کند از امان
 آلودہ از شراب نشد و امن بلم
 بار تشا طہر و جہاں از سرم نکند
 زیں چشم و دل ہمہ ناکام ماندہ ام
 در و دل ست باعث تاثیر در سخن
 در مجلسی کہ گوش تو اں شد زبان مباحث
 از آسماں کہ روئے آباں نساں کنم
 من ہم حرامم و انم و عقد رواں کنم
 ہر دم چو مستی ز دل خوچکاں کنم
 از درد بس گراں تو کئے دل گراں کنم
 نامے بلند کاش طفیل ز باں کنم
 این نالہا زار ز درد گراں کنم
 ارشاد صاحب مت کہ ورد زباں کنم

از بس کہ تنگ تر ز دہانش دلم شد
 خوشتر ہمیں کہ عشق سخن اں ہاں کنم

ایکہ گفتی کہ منت روئے بدیدن ندیم
 آہوئے چشم ترا کرد دل من صبر ر بود
 تا پریشاں نشود بجئے ہوا داری من
 گر رسد زان گل خسار مرا بجئے وفا
 از دل جو رکشم رنجہ شدی اے ظالم
 کار سبیل نبود رقص روانی ہمدم
 گوش کن من بخود ایں حرف شنیدن ندیم
 از نگہ دام کنم باز ر میدان ندیم
 باد و رکوچہ زلف تو فریدن ندیم
 زنگ زچہرہ امید پریدن ندیم
 تو بہ کردم کہ دگر آہ کشیدن ندیم
 دل خو گشتہ خود را بطیرین ندیم

لہ :- عقد رواں جتہ ۱۲ ۱۳ در مصراع اول غالباً حرف "من" مترک شدہ ع :-

زیں چشم و دل کہ من ہمہ ناکام ماندہ ام -

دستِ شوقِ ت که مرزا دلداد کار است
آنچه گفتم تو باید نشنیدی هرگز
آبرویم همه بر باد دهد طفلِ سرشک
گویا لایع بخون دل من پنجه خوش
گر جنوں ہست مرا سینہ دریدن نہ ہم
برادیکہ ترا ہست رسیدن نہ ہم
جیلہ سازم و ہر سوے دویدن نہ ہم
پشتِ آں دستِ نگارنش گزیدن نہ ہم

آبرویم چو ہلالش چو کندایاے

بر جگر عشق ترا غل بریدن نہ ہم

وانشد دلِ سببِ از عشق او تابودہ ایم
دزما تائے بہارِ حسرتِ دل بودہ ایم
چوں گہ زریں شرم سرا پاقِ عرقِ لودہ ایم
راز دارِ خاموشی در گفتگو با بودہ ایم
راگساں در عشقِ جاناں نیستِ مشقِ لای
قلبِ ہست بلے در عشقِ او در کار نیست
چشمِ خوابِ صل (دید) نیست گر بختِ سیا
نامنرا بسیار از دازمانیا زبشتر
جوش ز دم و جگر خند و شکر آبی ماند
قتلِ سجد را بنامش عاقبت بکشدوہ ایم
بلبلِ رنگیں گلِ بہر نعمتِ سرودہ ایم
عقدہ از کاراں بندِ قبا بکشدوہ ایم
حرفِ ماسرستہ باشد گوزبان بکشدوہ ایم
کم ز تن چند آنکہ برجاں خود فرو دہ ایم
از بر آرام چوں ل با پیش آسودہ ایم
چوں نگاہ یارِ ما ہیشا خوابِ لودہ ایم
ناز بر خود می کنیم و عاشقِ فرمودہ ایم
بادہاں از مکہ آوازہ چوں بنمودہ ایم

۱۲۔ کم ز تن چنداں برجاں خویش را افزودہ ایم“ باینناکہ وزن سقیم شود۔ ۱۲

۱۳۔ چشمِ خوابِ صل دیدے نیست گر بختِ سیاہ“ باید۔ ۱۳

کے تو اس شستن بعد خم بادہ آدیا کٹا
 مشہ خاک یا پریشاں شد دلے ضائع شد
 زنبہ نقش قدم حاصل نشد قیمت میں
 شوق دیدارش چہ خوابے اختہ خوابود
 خون صد حسرت بدل حل شد بہار با نگر
 از جبین خود کہ مہر سجدہ تسلیم شد
 ایں غزل را پایہ مدہمہر عرش بریں
 آتشال مر با تا کید منظر بود عشق

دامن زہد کہ ز گردِ ریا آسودہ ایم
 گردِ ہستی را از ریا بینہ ہا زدودہ ایم
 گرچہ عمرے بردش در سجدہ فرمودہ ایم
 دیدہ آئینہ گشتیم و گئے نغودہ ایم
 کیمیا سازِ خزانیم و طلا اندودہ ایم
 صندوقے از بہرِ دردِ خود سیر ہا سودہ ایم
 ز انکہ از فکرِ سہفت آسماں پیودہ ایم
 ورنہ بر قانونِ خود ما ایں غزل فرودہ ایم

آتشال امر منظر از ادب بالاترات

ایں غزل البتہ باید گفت ما فرمودہ ایم

فرست ز دردِ کو کہ زخمِ سربگ ہم
 اے از تلونِ تو چمنِ جالِ زارِ من
 اے کلُ زمینِ کوئے تو دارِ القرارِ من
 بروعدہ تو بود چو دار و مدارِ من
 تسکینِ نیافت ہیچ دلِ بیقرارِ من
 باغ و بہارِ سازِ دلِ داغدارِ من

گنجائشے ندا و نغمِ عیشِ تنگ ہم
 تار و زحشرِ رنگِ ریز و بہارِ من
 ممکن بعد عذاب نباشد قرارِ من
 کس را نماند ہیچ دگر اعتبارِ من
 تا سرمہ رانہ دید بچشمِ از غبارِ من
 نقشے است بر مرادِ دلِ من نگارِ من

۱۔ یہ حضرت فقیر جان جانی (دعائے اللہ) تو نہیں کہتے البتہ یہ قیاس کیا جاسکتا ہے کہ غلام رسول خان نواب کرنول کے دیوان "نورانی طہر" جو بعد کو چند دہائی دہائیں یہاں ملازم ہو گئے تھے (گلزارِ صفیہ (۲۵) عمیریانی

موجے ز بحرِ حرم و جوش کا رہن
 ثبت ہا ز بس نمودن ہجر یا رہن
 از دورین آئینہ انتظار رہن
 مشکل اگر طلب کند مکلعدار رہن
 دل را نمود خوں دین تنگیا رہن
 در دست عشق او چو بود خستیا رہن

جز من ولے کسے نفقہ در کنار من
 روز شمار کے برسد دشمار من
 می بیند مخوش چہ نزدیک یا رہن
 چوں راہ من ادب بود ویر من
 از غنچہ نگر کہ کند گل بہار من
 تدبیر و عقل ہیچ نیاید بکار من

جرمن خود پیرا نکند ناز یا رہن

از عشق اوست این ہمہ گرافتار من

آخر چہ پرسی از من و از روزگار من
 بر عمر خویش ناز کند مرگ انتظار
 از بہر من چنانکہ تو ہستی بکار خویش
 رفتم ز خویشین کہ سفر در وطن کنم
 ہرگز خیال غیر بخاطر نمیرسد
 زین حشم اشکبار و ز سر یا و خوچکار
 رنگ طہید نم چہ قیامت بہار دشت
 آزرده از تو نیستم اے یار ز بہار
 مانند سایہ ز و نتوانم جدا شدن

بہر چو وعدہ تو بود انتظار من
 عافیت زندگی مستعار من
 من نیز ہم برائے تو باشم بکار من
 جز من مباد، ہیچ مرا یادگار من
 نالم ہمیں کہ یا ز نگر وید یا رہن
 مشکل بہ بزم عیش تو گردید بار من
 چوں بگل بیادگر و شد غبار من
 ز بہار خوردن تو بود زینہار من
 باشد غمان من بکف شہسوار من

حُسنِ معانی است دریں پرودہ جلوہ گر آئینہ بیانِ سخنِ آبدارِ من
 اے عشقِ فخرِ حُمرتِ جاوید گشتہ ام
 ممنون پرستے نشہ احوال زارِ من

چوں گرد باد شوقِ نوباشدِ حصارِ من
 باقربِ معنوی چہ بود بعدِ طہا ہری
 دیگر کجا قرارِ بکیرِ غبارِ من
 از من کنار گیر و بیا در کنارِ من
 بشکتِ چشمِ اویہ نگاہے خمارِ من
 از بسِ قتا و با چو تو خود کامِ کارِ من
 ضعیفم گرفت عاقبتِ کارِ بارِ من
 پنہاں ترا ز نہانِ تو پیشِ سکارِ من
 امید بر نہ داشت مگر شعلہ کارِ من
 خوش جلوہ نمود و نہاں شد شمارِ من
 گاہے نشد بغیرِ تو نقشے دو چارِ من
 رنگِ خا نامد بدستِ نگارِ من
 ہر دم ز خونِ پاکِ شہیداں چو شویں

در حیرتم کہ عشقِ رہا چوں نمی شود

از قیدِ لفظِ فکرِ محسنی شکارِ من

آئینہ ایت پر ز صفا انتظارِ من
 دارم سرِ نظارہ گلزارِ تازہ
 کے از دل تو دور بگردِ غبارِ من
 زیں پسِ شکرستہ و پائے نگارِ من

در دشتِ غم اگر چه غریبِ فدا دہ ام
از غفلت اربدام من آتے چه خوش بو
روپوش بیکہ گشتہ ام از چشمِ پوشش
شد اتیا زخون ز تشار درو عشق
امید استوار من عہدست او
فرست شد کہ شکوہ ز کم فرصتی کنم
ز حمت دہ خزاں نشود خل آتش
در سیز ختم کہ گرفتار دوزخم

یار بچہ بے صدا شدہ کوہ و قارِ من
چشمے براہِ حلقہ چشم و کنارِ من
یک رنگ بودہ اند خزان و بہارِ من
گردیش کنید دلِ داغدارِ من
بر خود گذاشتند سراسر مدارِ من
بیکار بس کہ می گذرد روزگارِ من
آفتادہ در بہار ہمہ برگ و بارِ من
از یادِ من بردن نرو و گلزارِ من

در عرض آرزو نکم عشق کو ہتی
باشد شود قبول یکے از ہزارِ من

آویزہ گوش دل و جاں شعرِ ترِ من
اے جلوہ گہت باغِ خیالاتِ جہانے
سودائے سہ زلف تو پای بند دوام است
ز مہیاں کہ شدم گرم بکارش غنچہ میت
نظارہ کند غیرت صد باغ و بہاراں
کس لالہ بایں رنگدیت کہ ہر دم
بیمہرئی آسمان ہماں ہست کہ بودہ است

کز بحرِ غم عشق تو خیزد گہرِ من
چوں بر سرِ راہ تو بنقید گذرِ من
این است بلائی کہ تشد و از سرِ من
کز فیضِ عایِ صبح نماںد اثرِ من
سرورِ گلِ ناز و دادِ بار و درِ من
دایغ تو خورد آبِ خونِ جگرِ من
ایں طرفہ بود داغ بہر دم و گرِ من

لے قاصدِ لسوزِ دراں بارِ گہِ ناز
شیریں نیکند تلخیِ دشنامِ دہانش
شو بخیر و باز رسانش خبرِ من
بے چاشنیِ بودنِ شیر و شکرِ من
عمریت کہ شدند قفسِ طاقتِ پرواز
بتیابیِ شوقِ است کنواںِ بالِ پرِ من

نازم ز سخنِ عشقِ رسیدت بدستم
میراثِ گرانمایہِ جد و پدرِ من

ہر سوز و دآں شوخ و شنیدِ بزمِ
با این ہمہ وارنگی از جائے نغم
فریادِ ز آوارگیِ در بدرِ من
گوئی کہ مقامِ است بمنزلِ سفرِ من
چوں شعلہ چو شتم ہمہ تنِ گرمیِ پرواز
گل کردہ دریں باغِ منم سرِ چراغ
برگم ہمہ ز شعلہ شرِ خوشِ ثمرِ من
لے وادلِ کم گشتہ روشنِ گہرِ من
از شکِ رآئینہِ بایدِ شرِ من
مہرازِ دلِ اورفت و گرفتِ سہلِ
یتغت نتواند بکند قطعِ سرِ من
جز من کہ بود آنکہ فتد از نظرِ من
چوں کوہِ تخیلِ شدہ ام بار کہ باشم
تا گوشِ گنیِ قصۂ بس مختصرِ من
در چشمِ نگاہِ شدم آہے و برستم
طوفانِ سلامت ز محیطِ خطرِ من
اندیشہ ندارم کہ بعشقِ تو زندِ جوش

غواصیِ فکرِ تو دریں عشقِ خیالِ ست
دیباچےِ پُر از آبِ گہرِ شدِ بہرِ من

چاہِ ذقنِ اوست بہرہ گزریں
 آن آتشِ خاموش لبِ لعل چپاں شد
 از نیم نگاہے نکشادی گروہِ دل
 در عشقِ ندانم کہ چہ گفتند و شنیدند
 و شوارمی رہِ راحتِ منزلِ نشام
 در باغِ وفاے تو برومند شجرت
 و لبند بود و دام کہ بے سرو پای
 چاکے نبود و قفسِ دیدہ حسیراں
 بردستِ ہوائے تو بادجے کہ ملک شد
 ز اں پیش کہ اوست مئے ہوش بگردد

ہم را ہزنِ ہوشِ عصا نظر من
 خونِ مژہ سوزِ دل و داغِ جگر من
 بر بستہ نشد آرزوے اینِ رمن
 باید لبِ خاموش پے گوشِ کر من
 بیرون شدن از خویش چو با سفر من
 جز بارِ دلِ خویش چہ باشد ثمر من
 در بستہ نباشد قفسِ بالِ پر من
 آوارہ چپاں دل شد مرغِ نظر من
 شرمندہ پروازِ بالِ و گر من
 ناگاہ کسے کاش رساند خبر من

پہچیدہ بود عشقِ رہِ قطعِ تعلق

کو را ہزنے تا بشود را ہیر من

تا عشوہِ مژگانِ تو شد رخنہ گر من
 در یاد دہانِ تو نیاید بظہرِ سیح
 دریلِ شکم چو خسے در سرِ کوش
 گر تیغِ کش زخمِ جوائے تو شد دل
 کے می شکند سنگِ ملامتِ برہِ ترق

اے وادِ رودیو اربو پرودہ در من
 دلِ تنگی بس بیشتر از بیشتر من
 زیں آبِ براں خاکِ بقیہ گزریں
 نازِ دبیرِ داری داغِ جگر من
 دردِ دامنِ محشرِ سراپائے سفر من

عمریت غم سر که گرفت سرخوش
 از بادِ حوادث خبرش نیست که دارد
 افسرده اگر هست چه غم تابی دانی
 از چشم تو مردم چو ز خود بیخبر اند
 عشقش چه اثر داد ز بان سخنم را
 آن شعله من باشد و این شد شرم من
 خورشید قیامت نگر و عشق زهر سو
 از شوخی آن جلوه پریشان نظر من

لے چشم سیاه تو چراغ نظر من
 تا چند مستی نکند ساغر دینا
 بنگر که رخ خوب نو دیدن نتوانم
 هرگز نرسد با همه جدے که نمودم
 دایم بتاشائے گلستان خلیل است
 باشد اثر گریه شوق گل پرواز
 سرگشته دور فلک شعبده باز
 از جوش بهار بسوس بوس کنارش
 دارند بختم چو سیاهی ز شب وصل
 از رد و قبول دو جہاں کار ندارم
 پیچیدہ تر از زلف تو دو دگر من
 از ناله بشکستہ دلان بخت من
 چوں دست ز پایم نقش اند نظر من
 بر پائے چویم تو رخ همچو ز من
 از داغ جفاے تو دل دیدہ و رین
 گرسزدگر سرخ بود بال پر من
 آغازے و انجام ندانم من
 آئینہ گلزار شد آغوش و بر من
 از اول شام است نمایاں سحر من
 آخر چه کنم عشق تو باشد مہر من

اے عشق نشہ نامہ شوقے بنو لیم
قرطاس و قلم سوز بر آید بزمین

بگذر ز سرم چند شوی در دسرم
مانند چراغیکہ بسوزند ز آتش
روشن ہمدرد گر چہ بود دیدہ مردم
در منزل دیوانگی و دشت خرد ہم
جز اختہ تا بندہ بختم کہ نماید
از روئے تو ہر گل شدہ در باغ چو خدا
با دیدہ روشن بگویم سوئے کس نیست
از جذبہ خاک ہ آفت چہ بگوئیم
در یکسیم مونس غم خوار کہ باشد
آرام چہ آگردد تو بگو گوئے بچو گاں

اے گریہ خوں دست بدار از کمر
شمع رہ شوق تو بود چشم تر
نازم کہ نہ خود میں شدہ چشم گہر
جز من نبود، یح کسے را ہر من
یک لنگی آئینہ ز شام و سحر
ہر خندہ مکے بخت بزخم جگر
آئینہ دلے کو کہ بداند ہر من
پس تر بقت ہر قدم پیشتر
گرد و خبر من برا و نامہ بر
اے کاش نبودے سر من زیر پرین

گز نامہ دل برد پر و تا بجای عشق

از بال و پرایں مژہ مرغ نظر من

رخت سفر افتاد ز عمرے بدرین
از بخیر ہائے خودش گشت خبردار
از پر تو روش چو گہر یافت صفائے
گرداب صفت گرد سر من سفر من
پرسید کسے از دل من تا خبر من
دامان نظر تر نکند چشم تر من

در کامِ عدو قند لب زہر نر یزد
آسودہ روم بے سرو سامان کہ پوچھ
برگشتنم خرشکند سخوت و نازش
گو ہر کیف تازہ جواب است بہر دم
مگر شتہ چو گردانم و راہم نہ بربند
یکنانہ ز بس آب نماید دل مردم
یک یار موافق نتوان یافت بعالم
در خاطر او نقش سرگشتہ است

چشم تو کہ زہرش بنما بدشکر من
زین نقش قدم راہ زہر گنہگار من
در دست شکست ہمانا ظفر من
زراں معدن الطاف سوال دگر من
یار بچہ مبارک قدم آمد سفر من
نشد کسے گاہ صغیر دگر من
دل بہت دزباں ہدم باکیدگر من
آتش بدل ننگ زد آب گہر من

باشند دو جہاں یک ورق و قمر شمش
عشق است ہمیں اگر سخن مختصر من

گرہ بازلفاد چو شتہ جاں متیوں کن
ز بیدار پیش عالم را چو پہاں متیوں کن
بدربائے شرکاید کل مقصود مہجوں
ز بس در شوق آہوے بشد شہرک ترا دید
نظر زنجیر دل در گوشہ چشم تو زندانش
پریشاں روزگار شد شش گشت ترا منظور
نوازش ہوائے مہل و بکام دل نمود آخر

بدل جمعی خیالات پریشاں متیوں کن
بصحرای عدم چندیں گلتاں متیوں کن
رداں جو ہا از بس در باغ حرماں متیوں کن
شررا ز اشکے شرکاں اپنیاں متیوں کن
از بس بے سرو پا را چہاں متیوں کن
گل مقصود دل را نیز خنداں متیوں کن
سستہ ہائے کہ در یاد ایش ہجراں متیوں کن

براہِ دیر و مسجد می ہند دیوانہ ام سنگے
نشد ممکن کہ مہرِ داغ از دیکِ لحظہ بردارم
ازیں چوں اُلقے بابت پرتاں متیواں کُن
وگر نہ از تنورِ دل چلچھاں متیواں کُن
بیشِ عشقِ حشمتِ نیست چوں بے پڑہِ حیرت

چرا خوفِ نظر از چشمِ قرباں متیواں کُن

بزن نیریکہ در سینه نہاں متیواں کُن
بفریادِ دغاں لاپرتیاں متیواں کُن
جنوں بندِ نقابِ بازِ خداں متیواں کُن
بباغِ سینہ پُر داغِ چشمِ خونِ فشاں ریزد
نماید گریہ مانیز گر نیز نگِ تاثیرے
تماشاے نمی بندی کہ از برقِ جمالِ او
سوار شئی دل شو چہ ترسی فی امانِ اللہ
عزیزاں گردِ غمِ رفتن ز دل ممکن نہ باشد
دل ازیں شکوہ بیداد و فریادِ جفا بگذر
نہ بنید روشنی گر مشعلِ پُر دود آہِ ما
ز آہِ گرمِ ماسوزِ دلِ خوداں متیواں کُن

بر قصدِ زہرہ برگردون ملکِ روجد می آید

سرودے عشقِ اگر در بزمِ مستاں متیواں کُن

بگو آں غمزدہ را وقت است جولاں متیوں کرن
 جنوں در جوش کے ضبط جولاں متیوں کرن
 کبا آتش دل آتش دل مشیو ذرا لب
 بچشم آنکہ یک پرو بخت روز جزو او
 حجاب می کشد کارم بہ بدامی تامل کن
 نکا ہم سُرمدہ ساگرد مٹرگاں متیوں کرن
 ز خارش دامن صحرا زنداں متیوں کرن
 مرا از بوسہ ممنون احساں متیوں کرن
 چہ گوہر ہا کہ در دامن مٹرگاں متیوں کرن
 تعارف گر کنی ایں راز نہاں متیوں کرن

بشو خار رہ گلبا جو عشق ماروش این است

اگر تے بدامان گلستاں متیوں کرن

کجا دیوانہ مارا زنداں متیوں کرن
 کم از میناے مے در نشہ ہمت نمی باشم
 جہاں چوں ز گشتن کند چہمت سرت گرم
 یہ عید رویت خسار چوں بہت اگر خواہی
 بشوق نگہت جاں بخش زلف بمقرر او
 عبت جاں در تلاش آجیوں میدہی و نہ
 از و چوں شتی با فوج طفلان متیوں کرن
 بجوش گریہ مارا نیز خنداں متیوں کرن
 نذارک ہا ز دیدن ہا پنہاں متیوں کرن
 دلایان جانزابر تو قرباں متیوں کرن
 نیم آسا سفر ہائے پریشاں متیوں کرن
 بسے زیں چشمہ از خاک شہیداں متیوں کرن

زلبہائے ہم پیوستہ ہر زخم دل اے عشق

بیان لذت بیداد مٹرگاں متیوں کرن

بخوش گریہ خونیں چو طوفاں متیوں کرن
 تشویش تا نظر در دیدہ پنہاں متیوں کرن
 خانی پنجہ خورشید تاباں متیوں کرن
 گلستاں، در گلستاں، گلستاں متیوں کرن

گرا از برق تبسم میکند دل را کباب لب
پریشیاں مثنوی آخر بیداری مشو غافل
بوصل و ز فیض یاد حیران نمی دامنم
اگر برفت وصل ایدل ترا این گریہ ہاں
خوام باز آن قامت بوصف مانیا بدست
گریبان دشمن دست جنوں اوست اگر انت

چہ شیر شمع ہا زنجیر تن بکد آں مینواں کردن
بغیر از خواجہ شمس کے جمع شکر کا میتوں کردن
چہ زار یہاںے رنگیں خند خنداں میتوں کردن
تبسم ہا بطل عمر ہجر اں میتوں کردن
کہ شور صد قیامت گرد و جلاں میتوں کردن
گریبان تابداں بیاباں میتوں کردن

دلت بیمارِ حشیم مردم آزار می چو شدا گہ
مثنو مید از دالے عشق دہا میتوں کردن

چو عشق بیدل بار اغزلخواں میتوں کردن
زد لسو ز می باشک گرم نہاں میتوں کردن
خیال نظرہ سے گر چو پستاں میتوں کردن
زا بر حشیم ترا ایدل بغارت رفت دریا ہا
زا بر نہرہ نظرا ید نشاط ما جنوں مستان
چہاں تیر ستم بر من رسد زا بر دکان من
بہ بندو خا ز خا را یدل خو گشتہ ترا چشمش
اگر روشن سواد، سرمہ چشم پر فتنش دارد
غیبے گر لب چاہے قد عکس جسمال او

گل بہ شعرِ طیف نیاں میتوں کردن
ز آب آتشینش خشک داماں میتوں کردن
چہ بار اں چپکے پوشیدہ ساماں میتوں کردن
بجوش لخت دل تاراج مکداں میتوں کردن
دلے نسکین جان ز سنگ دال میتوں کردن
کہ ہر زخم جگر دکان پکیاں میتوں کردن
اگر دوسر گشتہ ترگاں میتوں کردن
در اندک فرصتے اور انخداں میتوں کردن
تا شاے ہزاراں ماہ کمنان میتوں کردن

غورِ حُسنِ او ویراں کند گر خانہ چشتے
بیادِ زلفِ عارضِ دل گستاخِ میواں کُن
تسلسلِ زنجیرِ جانے زان لبِ جانِ بخش وائے کُن
کہ قیمتِ یک گاہِش را دو صد جا میواں کُن
نمائے گلِ گوشے دلم را کردوخ ورنہ
چہ گوہرِ ریزی چوں ابرِ میاں میواں کُن

بتقلیدِ کلامِ تبدیلِ معجزیاں اے عشق

چہ کھلائے معنیِ مہلِ آساں میواں کُن

چہ کافوری بکارِ سیمینِ ریشاں میواں کُن
بسانِ سجِ مغزِ سرِ ریشاں میواں کُن
ازیں بہتر نباشد دامِ اینِ عاغزالاں
نگہِ آوارہ مارِ مہا ایشاں میواں کُن
اگر آں دشمنِ جانہا ہندوئے براہِ من
چہ بے روفیِ برائے از خوشیاں میواں کُن
نہ تابِ عرضِ حالے پیشِ چشمِ مردمِ آزارش
چہ بہودی توقعِ از فریشاں میواں کُن
بھندواری در سوائیِ ز نام و سنگ چوں سکتی
ترا باشوکت و با قدر و نیشاں میواں کُن
ندار و غرِ امید مارا تر ز یکِ قطرہ
بلطفِ ساقی از دریا کشتی شایاں میواں کُن
کستے تا چند در بندِ نسقِ بے خود باشد
پرستارِ فرنگی لعلتے ز نیشاں میواں کُن
ترا سرگردہ جمع کشتیاں میواں کُن

کسے کو دین و دل دار و فدائیکِ بتِ کانر

شمارِ اومیاں عشقِ کیشاں میواں کُن

بتِ دلربائے من میں بچہ کبریا نشستہ
کہ سرِ غرورِ حلقے بد ریش ز پائشستہ

بہو اے آہِ سر دم دل بے نوا نشسته
 جس رہ ادب ہا بہشترانہ خموشی
 اثر دُعائے مارا چہ حرارت است یاز
 ز کند ایں بلا ہا سرما چگونہ پیچید
 پے دیدم بیا زود و مگو کہ آفتاب است
 بخشا ز بند بندش گرہ ز کار مایز
 بحر امت تو اے شیخ بدل اعتماد دارم
 شدہ ہمسفر چراغِ برہ گز اریک شب
 چو تلاطمِ سر شکم بجدا ئی تو این است

شدہ طیب لہا نظرے بہ عشق حیران

کہ بدر و بید و ازاں لبِ جانفزا نشسته

چہ خوش ست غنچہ کو برہ صبا نشسته
 گرہے بد فغان و بگلوئے مانا نشسته
 دل داغ داغ نقشے کہ بدعا نشسته
 کہ رضائے بیدلانت بہ قضا نشسته
 تو سوار شو کہ ادہم شود از حیا نشسته
 کہ تکلف تو دل تنگ بہد و رقا نشسته
 کہ ہی دوی بعالم برہ خدا نشسته
 چکند سوز تابش شدہ نار سا نشسته
 چہ عجب کہ زود بینی بہد خانہا نشسته

خط کشیدی کہ شرر ز آتش موسی زودہ
 خال و خطِ تونہ ہر صید ضعیف اندازد
 اے عجب نیم نگاہ تو کنوں بہ کرد است
 زلفِ پرچیں نہ بہ تا تا رختن می ارزید
 دردِ دردش ہلکی صاف غمش رخت تمام
 جگر زہد کباب است بخدا سے ساقی
 نازکن ناز رہ خضر و سیحا زودہ
 دانہ دوام براہِ دل و انا زودہ
 زخمِ صد تیر شرم گر بدلِ ناز زودہ
 بے بہا بود متاعِ مکرش و انا زودہ
 سنگ زخمے کہ تو بر شیشہ دلہا زودہ
 زین نمک کا کہ تو در ساغر و میا زودہ

جلوہ کن ز سر ہر دم ریا پاک لبوز
اے کہ بر سینہ من داغ تمنا زردہ
یوسف از چاکِ دل پیر ہن خویش بریں
رخنہ ہائے کہ تو در جانِ رنجنا زردہ

شنانہ در زلفِ سخن از دل صد چاک زردی

خوش شکستہ است کہ اے عشق بیغما زردہ

بادہ از جام حیا چون نگہت تا زردہ
آتش اندر جگر ساغر و مینا زردہ
گویش فاش بر دم نگہت میترسم
راز پوشیدہ کہ با گوش دل ما زردہ
روشن غنچہ کشادے بطلب از دل تنگ
اے کہ مانند صبا پائے صبحرا زردہ
گفتہ نامہ سربستہ خط من باشد
بوست لب کہ عجب حرفِ معما زردہ

تلخ کامی ہمہ اشعار شکر بار اے عشق

زردہ باشد بدلت لبکہ تو حلا زردہ

دل کہ پیوستہ دم شاید و مینا زردہ
شاہدم باش کہ اکنون سر خود از زردہ
عرق از جہہ نشانی و سر شکے زیری
بر سر خویش دلا کیف دوبا لا زردہ
مرکز دایرہ خط نشود می ترسم
نقطہ خال کہ بر عارض جانا زردہ
طوطیاں را شدہ متعارف از خون جگر
تا خط سبزہ بر آں لعل شکر خا زردہ
غفہ ہائے کہ تواز کا کل خود و اگر دیا
باز چوں نیک بہ مینی بدل ما زردہ
بردل و دیدہ نظار گیاں منتِ صیت
کہ پے دیدن خود سہر تماشا زردہ

بود یک مصرع گیسوے پریشانی عشق

انتخابے کہ تو از دستِ دُ نیا زده

قیس در وادی دل خیمہ لیلی زده
یار بے صورتِ افتادگی ما گردید
سبحر از دہ، باز کہ سودا زده
نقشِ پرواز کہ تو در پرِ غنقا زده
گہ بسحر ابری و گاہ بدریا زده
تہمتِ جرمِ چرا بر سر ایسا زده
برتر از دوش از اں زگرش شہلا زده
گر سرِ جام تو برگردنِ مینا زده
دست بر پائے تو ای سانی کلفام زیم

فتح بابِ حسرم و دیر بتو ارزانی

دست چوں عشق اگر بر درِ دلہا زده

ایں چہ نورست کہ اے قلقلِ مینا زده
دلبر اگر دلِ ما را بدلِ ما زده
غلغلِ اندر ہمہ عالمِ بالا زده
رحمِ دیگر چہ بود شیشہ بخارا زده
حلقہ ہائیش ہمہ در گوشِ تمنا زده
بر سرِ در عیاں شد کہ بسجا زده
ایں چہ مہرست کہ بر گنجِ گہرا زده
دانہ خال کہ بر رویِ دلارا زده
نوبتِ عیش ز اندیشہِ منرا زده
چوں ز یکہ اندہ آدم و حوا زده
تا دمِ در نسیم زلفِ اے بتِ ترا زده
اے گل از ضبطِ تبسم بدلم داغِ نہی
فلقہ بر سرِ آتشِ پے تسخیرِ دل است
شاد باشی دلِ آزاد ز غمِ چوں اموز
گردشت چرخِ چہا بر سرِ مانا زده باز

رقمِ خامہ تقدیرِ ازل می بکشم ہیج حرفے نہ بود حرف چو بریا زودہ
گشتہ شہر دل من کہ ملالِ املائی بسرِ خویش دگر نشہ اش زودہ

اندریں یزم ز اشعارِ تر خوداے عشق

ابر نیماں شدہ قطرہ بدِ ریا زودہ

خطِ مشکیں کہ براں لعلِ گہر زازودہ بہرِ دلہا رشیم نسخہ سودا زودہ
دامنِ مقصدِ دل را مدہ از دست دگر اے کہ پائے برہ ترکِ تمنا زودہ

کارِ گر تر شود اینا وک اگر برگردید نہ زودی تیر نگہ بردلِ آما زودہ
اے دلِ سوختہ این نامہ پر شوق کہ بود کہ ازیں شعلہ بہ بال پر غنقا زودہ

دست بردا من نیت برساند خوش باش

پشتِ پائے کہ تو اے عشق بدِ نیا زودہ

آبِ شرے برج چوں گلِ زیبا زودہ آتشِ تازہ بجانِ دلِ نشیدا زودہ
شد نمایاں دلِ پر خون من از رخسارت این چہ رنگیت کہ اے آئینہ سیمیا زودہ

آبِ تابشِ ہما ز خونِ دلِ ملبیل بود شوخ من گل کہ بدستارِ دلار زودہ
شمعِ فانوسِ دلِ من چو شدی باز چرا شعلہ در شیم ازیں جلوہ رسوا زودہ

عشقِ تما کے زو دم چشمِ غبارِ آلودہ

خاکِ صحرا ہمہ در دامنِ دریا زودہ

آں کو نشدست زر تما شنی چوں شد بتِ سلیم بر تما شنی

کردی تو شهید اگر تلاشی
 ہر کس پے آں پس تلاشی
 ہر ذرہ بحسرو بر تلاشی
 این طسرفہ کہ حسن و عشق با ہم
 بیتاب ز جلوہ تو دیدیم
 لے عیدہ جو سراغ شرمی
 شوق تو بلا گداز آمد
 مکروہ ندید و زشت نشید
 پسند از و شود تیرسم
 صد قافلہ شد بہ جستجویش
 مادر قسیم و بہر صیاد
 جو سندانہ خویش جوید آنامہ
 آں گوہر مقصد است نایاب
 برق نگہش گجاست باشد
 نورِ نظر پے کز دست چشم
 با خویش کسے ترا نیابد
 در دیدہ و دل توئی و ناحق

بہر قدم است سر تلاشی
 طفلے نبود پدر تلاشی
 نایاب رہت بہر تلاشی
 خوانند بیک دگر تلاشی
 کریم بنے نظر تلاشی
 بر تیغِ نعمت سپر تلاشی
 آزاد ز ہر خطر تلاشی
 در راہ تو کور و کر تلاشی
 آوارہ رہ گذر تلاشی
 جز گرد نہ جلوہ گر تلاشی
 ہر سو شدہ بال و پر تلاشی
 کے راز و ازین خبر تلاشی
 آرد بکفش مگر تلاشی
 آہ دل پر شر تلاشی
 بیند نہ بچشم تر تلاشی
 از خویش کند سفر تلاشی
 گشتیم بہ بحسرو بر تلاشی

خوش نخلِ غمش ز برگ برگش
 منعیم مکنید از لبِ او
 از تیسرِ دگر در یخ تاکے
 دل رفت و ندیدہ، دیدہ حیراں
 راہ تو دراز چوں کند آہ
 مانند بدر دین نہ بیسند
 بر مسند فقر فخر او را
 آن شمعہ بار شد جلاش
 فیاضی اوشنید گردید
 نخلِ کرم است و بار و ارت
 کس دید چنین فرشته خوائے
 خود نقد روان ز ہد و عرفاں
 با عسمر دراز باد او را
 ہر شاخ بود تہ تر تماشای
 طوطی نشود شکر تماشای
 دل شاد و بود جگر تماشای
 گم خانہ شدت و در تماشای
 با شہرت مختصر تماشای
 گرد و فلک متسر تماشای
 اقبال بحر و سہر تماشای
 کز درک کند بد تماشای
 از بہر صفا سحر تماشای
 نگذاشتہ بے شہر تماشای
 بہر دل ہر بشر تماشای
 با ایں ہمہ بیشتر تماشای
 علم و عمل و شہر تماشای

لجن اتفاق سے جلد لوہاب بن محمد غوث شافعی رکابی کی کتاب نہایتہ الرسول فی مناقبہ یحیٰ اللہ الرسولؐ کا ایک علمی مکتبہ نسخہ ہماری نظر سے گزرا جس کے خاتمہ چہل عبارت ہے :-

”وہذا کتاب نہایتہ الرسول فی مناقبہ یحیٰ اللہ الرسولؐ بحسب فرمائش، سیدنا و بیگنا، منع الاعرفان بدر الدین عین خان
 بیداعاصی خاٹھی ترابہ قدام آل رسول رضا علی شاہ تادری فی القیاح ثانیہ وغیرین بیع الاول ۱۳۱۷ھ من
 ہجرتہ نبی الامام صلی اللہ علیہ وآلہ و اسحابہ کرام، ممکن ہے کہ یہ اشارہ ان ہی بزرگوں کی طرف ہو ”فیاضی“

فردوس نشاط و دوستانش بہر اعدا سقر تلاشے
درگوش گلے رسید بس عشق
غواصی این گہر تلاشے

فلک بگردش چستے کہ آشنا کردی	کہ استخوان مرا رشکِ توتیا کردی
چہ شوخے کہ نہ شرمندہ حیا کردی	بیا کہ کار و دم را بدمعسا کردی
رواست گریزنی دم ز آشنائی خود	کنوں کہ دل ہمہ بگیا نہ از وفا کردی
موز دیدہ مشتاق ہیچ گاہ و بہیں	کہ خویش را ز نگاہِ کہ خوفا کردی
ز تاب کیسو مشکین تو عیاں گردید	کہ قصد خونِ دل رفته عمر با کردی
ز بیچ و تاب چہ بودنت حاصلت از	جنز این کہ مصرعِ آہ مرا سا کردی
بشوق لعل لبخیش جاں دہم ہر دم	چہ زہر بود کہ در حنیمہ لبست کردی
مرا چنانکہ تو دیدی گزشتی رفتی	چرا نہ جانِ حزینم ز تن جدا کردی
بر آرداغ چو یک رنگی مرا کردی	شگفتہ چوں گلِ عنایت چرا کردی
تمام خواہش دل را بیک ادا کردی	چکو میت کہ چہ بر جان مبتلا کردی
زہر رہے کہ درایم تو در فراز مکن	کہ شوق دیدنِ خود را تو نہجا کردی
مرا کہ دولتِ پائندہ آرزو باشد	ز تیغ خویش بسر سایہ ہما کردی
نوازشے چہ بود گر کنی بدیدہ من	چہاں کہ آئینہ را باغِ دلکشا کردی
ز بویِ خونِ دل خویش مست و مدہوشم	چہ نافہ بود کہ در دامنِ صبا کردی

میرس قصہ پر غصہ فسراقِ دگر
 کہ مہر بربِ عشاق بے نوا کردی
 دلا مناز بہ چرکارِ یکہ نیست قرا
 ہر آنچہ بود مدارا بد لر با کردی
 دواے عشق وصال و ندیدنت پرہیز
 تو ز ہر ہجر چناندی اخطا کردی
 ہنوز کشتہ بیدادِ خجستہ نازم
 تدارکے گنت گفتی و کج کردی
 شکست تر کہ چو مضمون پیش پا سرت
 کفِ دعاے من رفتہ نقش پا کردی

ہر آنچہ کردہ احساں بود و عشقِ ایدو
 کہ گفت در حق بے چارہ جفا کردی

پُر زور ناتوانی کو آبِ ارغوانی
 باز آیدم جوانی سانی چو مہربانی
 مقصود ہا نہانی انکار ہا عیانی
 ماییم و بیزبانی یا راست و خوش بیانی
 تا دید آں دہاں را از غیبت گویا
 گوی کہ بردلِ ما ختم است ہیج دانی
 ابرو و چشمِ جاناں باشد بلاے دوراں
 دردستِ مت مژگاں شمشیر بندوانی
 پیشانی تو پر حیں خاموشِ حلِ نوشیں
 لے شوخ تا بجی ایں مشقِ ستم سانی
 مارا خرامِ نازت پا مال ساز طاق
 کے جز تو از نزاکت نمود پہلوانی
 در عشق تو چنانم حیرانی است از انم
 خوں می کشم ندانم ایں باز ناتوانی
 گر چہ شہادت مارا بود سلاست
 سرتا بسزدا مت گردینخت جانی
 ز اں ل نا مکیده ہوئے مگر نیندہ
 جانم بلب سیدہ در شوقِ میہانی

کے میوہ ہمت از دست گردیم مازہ ستر
ای شکر تو ہر دم آبِ حیات در دم
من حسن ظن فرو دم در خدمت تو کم کم
ہر جا کہ بود ہاموں گردید از تو جیون
در ایسے سر اما تم جاں سوزنوحہ بنجم
سرما یہ سعادت از داغِ عشق بادت
در عشق آں پریر و نالاں شدم ہر سو

تشویشے بر کنار است ساتی چو در میانی
عمر عزیز کردم صرف گمس پرانی
آخر یقین شد اینم بسیار بد گمانی
اے سل اشک پر خوں خوش مطلق العنانی
و انی کہ پیش خوانم بودہ یکجہ نعمانی
خواہی چو بر مرادت نقشے و لاثانی
من ای وجہ اشکو حبابہ جفانی

گفتند امتحان را آرند دل تناس را
من عشق نقد جاں دادم ہتر دگانی

در شوق شادمانی چونم دلا بدانی
از دیدہ گرہانی تو جان عاشقانی
از راہ مہربانی سنگے مرا بدانی
در باب اضطرابم چوں میدہد عذابم
گنہ از زار و نالاں کز یک نگاہ بیاں
جو نندگان دل را دادہ نشان دل را
از غفلت تو جاناں ملک دل استویراں
شب چوں مرا بسر شد زان کہ ترا خبر شد

ما تند پسیر فانی در یاد تو جوانی
آثار ہا عیانی ہر چند بے نشانی
بگذر ز لعل تو انی یک جلوہ گہانی
بے تو کجا بیا بم آرام زندگانی
یتیمار در منداں کردی و میتوانی
راز نہان دل را دانستہ ام کم دانی
وے بندہ تو شاہاں این طبع ریا سبانی
گو نا کہ سحر شد گرم جگر فشانی

اے شہنشاہِ پُرفن من این آشیون من
تا حال غمزه ناز در صید جال آستهباز
شہرِ سخت جانگاہ چوں کرد مہر نامہ
زین ردو کہ حزینم مشکل مفرا زینم
نساب جان محزون در قید غم خور نمی
لے طائر ہمایوں خوش عرش آشیانی

پیغامِ وصلت او کرد تو عشقِ دل مکن ہر
انکار نامہ آورد شرمندگی نشانی

دوریم از تاشاخوں تبدیل تمنا
گفتار تو عجیبے کس را نہ نصیبے
ہم سر بیک سر موصد عمر جادوانی
کز فرط نیک نامی عزت فزاخانی

خواہم ہمیں بقایت از بکہ خاک پایت

شد سر مہ بصارت در حشیم قدر دانی

از گریہ خاک بر سراپاں آبرو کنی
مکشائے دیدہ جز بربخ دوست زینہار
خوش باشد آہِ نازہ رواں گریہ کنی
ایں چاک را بسوزنِ شرکانِ تو کنی
بریز گریہ شیشہ و جام و سبو کنی
باقی دہان تشنہ در یاکشاں بہ می
ہستی چو قمریاں بشود غل بگردنت

چنداں لبِ عشق سرور دانش غلو کنی

لے دل ہوں شبابِ تہا کے وز دودِ جگر خضابِ تہا کے
 نازِ حسن و شبابِ تہا کے ایسے سستی دایں شرابِ تہا کے
 بے جسم و گنہ عتابِ تہا کے بر جانِ من ایں عذابِ تہا کے
 زلفِ تو ز رخِ تہا کے شبِ دربر آفتابِ تہا کے
 زانِ زگرے مست مسجد و دیر چوں خانہ دل خرابِ تہا کے
 او غافل و دل بکچھ ابرو بر طاق بود کتابِ تہا کے
 جامِ دلِ من ز دستِ ساقی پُر باشد و بے شرابِ تہا کے
 آیم با خود بدیر تا چمن رفتن ز برم شبابِ تہا کے
 بلبلِ از رشکِ عارضِ او بر آتش گلِ کبابِ تہا کے
 در شوقِ سروغ طلعتِ او تردیدِ آفتابِ تہا کے
 لبِ زیرِ تبسمِ آں دہانِ است در جوشِ بود شرابِ تہا کے
 ایجاں منم و نفسِ شمارِ می دم دادنِ بھیاںِ تہا کے
 بے آبِ مروتِ است دنیا از رہِ بر دتِ سربِ تہا کے
 بیگانہ شد است یار و عاشق شرمندہ انتسابِ تہا کے

حرفے برا و عشقِ بنویس
 او منتظرِ جوابِ تہا کے

قُطْعہ

بعض اقدس عالی رسانند پریشان حالی خود کردہ توفیق

اگر میری زنجشش شاد مگر است
بہر خدمت کہ ساز و خواجہ مامور
دلے آہستہ می گوید فلاکت
قدامت با لیاقت ہمزبان
حوالت می کنم بر فضلِ داور
چہ داورِ داورِ لطف و کر مہا
بعدل و حکمت و فہم و فراست
رواہم عمرو جاہ و دولت او
غلامے بچوں من از یک عمر منعموم
بجز تسلیم کار بندہ معلوم
چرائی از ترقی عشق محروم
سکوت از بندہ باشد نیک مذموم
جواباتیں پسند ہ شوم
بالاری و مختار بیت موسوم
عدیل او بہستی گشت معدوم
بحفظ خاص تو یا حی و قیوم

زیادت دور از پارس ادب
بکم گفتن طوالت گشت محنوم

رباعیات

حیرانی مآئینہ دار است این جا ہر داغ گل و نالہ ہر راست این جا
بر خود ز تشاؤ چوں بنالہ حسرت در عین خزاں طرفہ بہار است این جا

در کار گہ عشق ز ہر پیشہ بر آ فرہاد مباحش و از سر تیشہ بر آ
دانش نخر ند تا بجنونت چہ رسد دیوانہ مشو چو قیس ازین پیشہ بر آ

از بس کہ ربوہ تو دل از بر ما صد خندہ ہمی کنی بچشم تر ما
آخر چہ فسون است لب تو کہ بخواند مادر سر شو خیکہ ندر دوسر ما

داغ تو بد داغ میرساند خود را خاطر بفرایغ میرساند خود را
عشق تو جد از دل نخواہد بودن این مے با بلغ میرساند خود را

مانا یہ سبز دود آہست این جا جانسوزیت اے چرخ تباہ است این جا
ہر داغ سیاہی کہ تو بردل بینی غور شبید مراد روبراہست این جا

مخروش کہ آرزو قتل است این جا
خون دل بیدلاں سبیل است این جا
کو درد کجا داغ چہ باشد زخمش
ہر دعویٰ عشق بے دلیل است این جا

دشوق بہار جلوہ اش مست برآ
ساغر ز دل پرشده در دست برآ
در گلشن اعتبار کو زنگ نبات
بوئے شدہ یکدم چو نفس ہست برآ

عاشق تخم سرشک کا رد این جا
تا نخل مائمی برآ رد این جا
غیر از لخت دل بدامن مقصودش
ہرگز دیگر نمرندارد این جا

در ہجر چہا شوق وصال است این جا
بر دل زلال صد وبال است این جا
بر شبنم حرام شربت دیدار است
خون ریختن خویش حلال است این جا

دو زخ چہ بود ہجر بنائے آئینہ
آئی چو دمے بہ کہ نیائی آئینہ
از سوز مزین دم کہ گدازی چو شرار
رُو پوشی شست خود نمائی آئینہ

مشتاق ترا غم تو کا ہیبتہ بیا
دامان غرور حسن بر چیدہ بیا
در راہ ز مردمان نیاید نمرت
اے مائیہ ناز دیدہ و دیدہ بیا

بنگر چوں با دیدہ خونبار نشینم از بس بر عهدِ دل غم خوار نشینم
زین نفس سرکش ہمہ بیزار نشینم تا او باشد زندہ عزادار نشینم

بر خود تا ز مِ عشقِ وفا دار نشینم در یادِ آں شوخ جفا کار نشینم
آمد ناگہ ہوشم بگرفت و رفت من اور ازین بخت طلبکار نشینم

دورم دورم گو بر دلدار نشینم یعنی از خود من پس دیوار نشینم
حیرانم اے عشق کہ آں نورِ نظر در چشمِ است و طالبِ دیدار نشینم

از لطفِ قد و صباحتِ خدِ چہ کنی وز سلسلہٴ جعدِ مجتہدِ چہ کنی
از ہر طرفِ جمالِ مطلقِ تاباں اے بیخبر از حسنِ مقیدِ چہ کنی

تا بر خودستی عشقِ یارے را چوں نے اے دل نمیکنی کارے را
چشمش ہر دم در جہانم میگردد طاقت بنگرِ دائمِ بیارے را

دیوان

حکیم المملکت لوی حکیم عبدالباسط المخلص به

موسوم به

تراغش حصادوم

مطلب

غزلیات و رباعیات اردو

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

دیباچہ

مولوی عبدالواجد صاحب نے بوقت ترتیب دیوان اُردو حسب ذیل دیباچہ لکھا تھا۔ جس کو بحسنہ نقل کر دیا جاتا ہے۔

حضرت عمی و استادِ حضرت مولوی حکیم عبد الباقی صاحب قبلہ المحیط حکیم الممالک عشقِ تخلص علیہ رحمۃ اللہ کا پورا کلام مدون نہوا اور جو کچھ ہوا تھا اتفاق سے وہ بھی تلف ہو گیا۔ بہت سی غسز لیس مدراس اور ہمارے حیدرآباد میں اُن کے بعض شاگردوں اور دوستوں کے پاس رہ گئی تھیں اس کترین کے نزدیک بھی فارسی اور اُردو کی چند غزلیں تھیں جن کو حضرت مرحوم نے کترین کے حسب درخواست اپنے محبتِ صادق نواب سد علیخان صاحب حمایہ اللہ الواہب کے پاس سے منگوا دی تھیں۔ تاکہ اُن کی فراہمی ہو جائے پس کترین نے ان کو اجزائے ذیل میں بلحاظ ردیف جمع کر دیا۔ اور حضرت قبلہ کا ہی مدظلہ و عم فیض کی ہدایت سرایا کرتے تراشہ غمش اس دیوان مختصر کا نام رکھا فقط

الراقم۔ کترین محمد عبدالواجد۔ عفی عنہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

دیدہ تر مرا کب شوق میں سائل نہوا
دل میں قاتل کے ہے کچھ سائل نہوا
برجِ آبی میں ان آنکھوں کے نہیں ہے وہا
وصل میں بھی ہی نشہ رہا مطلبِ پنا
کیا وہ جانے مری حیرت کہ حیا کے مار
نقشِ دیوار نہیں دیکھو صورت میں ہی
مرد کے دیدہ آئینہ میں کب ہے درکار
کچھ ادا خر کی پوچھو کہ نہیں ہے معلوم
اُس لآ زار کو کیونکر نکھوں صا جمل

ہوا خال ہی دیدار بھی حاصل نہوا
ناز کا میں بھی تو سبیل ہوا گھائل نہوا
جذبِ لفت کا ہماری ابھی کال نہوا
ترک بھی بحر سے گویا لبِ ساحل نہوا
دیکھ آئینہ جو اپنا ہی مقابل نہوا
کون جو حیرتی شکل و شمائل نہوا
کیا ہوا عارضِ جاناں پر اگر تل نہوا
طے ہی جب ہم سے محبت کا اوائل نہوا
کہ بصد جو رجدا اُس سے مراد ل نہوا

ابے مانے سے نہ رکھ قدر کی تو اُسے عشق

بے ہنر کیوں نہوا کس لئے جاہل نہوا

جن کو نہیں خیال خطا و صواب کا
ہو نہیں شہیدان کے ہی ناز و عتاب کا

ہوتے ہی صبح کھل گیا گل آفتاب کا
 جو سننے والا تھا مرے حالِ خراب کا
 آنکھوں سے بھنا بند نہیں خونِ ناب کا
 خواہاں ہوں ان لبوں سے نقطِ حیات کا
 لاؤں کبھی نہ نامِ زباں پر شراب کا
 پھر خواب میں بھی دیکھنا شکل ہے خوب کا
 دیکھو قرآنِ صاف مہ و آفتاب کا
 اسے شیخِ حرفِ خواں ہوں میں دل کی کتاب کا
 سمجھو اگر تو تاج ہے کا سرِ حباب کا
 غنچہ ہے اس ہن کا کہ شیشہ کلاب کا
 جانے دو کیا کروں کہ ہوں فیدی حساب کا

پادر رکاب شائقِ دیدارِ عشق ہے

کریے نہ دیر وقت یہی ہے شتاب کا

کہ میں آپ کو ہوں چھپایا ہوا
 کہ دل بھی مرا ایک دن ہوا
 کہ ناحق تو محوِ منت ہوا
 مرے دل میں کیا روگ پیدا ہوا

سر کا نقابِ ات جو اس مستِ خواب کا
 افسوس ہے کہ اب تو وہ دل بھی نہیں ہا
 جب سے وہ تیر غمزہ ہوا ہے جگر کے پار
 ہاں سے غرض مجھے ہے نہ مطلب نہیں سے کچھ
 ساقی کی اک نگاہ نے ایسا چھکا دیا
 عاشق کو خیمِ تر دلِ بیدار چاہئے
 آئینہ لیکے ہاتھ میں چہرے کو دیکھو حجب
 رکھ دو اٹھا کے دفترِ ارشادِ طاق پر
 نقشِ بر آبِ بسندِ شاہی کو دیکھئے
 ہے ان کی گفتگو سے معطر تمام بزم
 آتے ہیں وقتِ فکرِ مضامین کو ہزار

ترے جلوہ سے کیا آجالا ہوا
 یہ تبیجِ گیسو کا سودا ہوا
 میں حیراں ہوں ایدل تجھے کیا ہوا
 کوئی مجھ سے تدبیرِ بنتی نہیں

غم بھی نہیں اُس کو میری ہوئی
 ہیں ناکام نکلا نہ کام آہ آہ
 ستاؤ نہ تم عاشق زار کو
 یقین ہے وہیں مجھ کو آجائے موت
 جو ہے بت کردہ یہ تو پامال ہے
 بہار جوانی ہے اُن کی غضب
 کسی نے نہ دیکھا حنائی وہ پا
 دل و جاں سے جس پر ہوں شیدا ہوا
 دلا اہتمام اُس کا کیا کیا ہوا
 وہ دنیا سے دل ہے اٹھایا ہوا
 جو دکھوں کہیں اُس کو جاتا ہوا
 اگر کعبہ ہے دل تو ڈھایا ہوا
 دوانوں سے آباد صحرا ہوا
 تو پھر تہنہ کیسا یہ برپا ہوا

ہو عشق عاشق جو جاگے نصیب

کہاں کوئی معشوق تم سا ہوا

پردہ میں تپا جوہ عشق سا عاشق نکلا
 آئینہ تو کہیں ہزار سے فائق نکلا
 شکر صد شکر کہ معشوق موافق نکلا
 ان کی تصویر کشی کے یہی لائق نکلا

قول سے فعل کہاں اُن کا موافق نکلا

ان کو جھوٹا جو کہا تھا وہی صادق نکلا

گل ہوا جب سے کہ یار پر حفاے غلیب
 اس چمن میں ہی نہیں جب رنگ بولے امتیاز
 خار کیا کیا ہو گیا رنگ و نائے غلیب
 مکر سے ہے نامزد صدق و صفا غلیب
 ہے بُرا کچھیں عدوئے بیہیائے غلیب
 باغیاں کر جان دل اپنا فدائے غلیب
 گل ہوا جب سے کہ یار پر حفاے غلیب
 اس چمن میں ہی نہیں جب رنگ بولے امتیاز
 شکوہ صیاد کیا ہے اُس گد چنڈاں یاد
 فی الحقیقت یہ تو ہے علاج تیری اس لئے

قلقلِ دنیا سے سنتے ہیں تو اُکے غلیب
ہے یہی ہر دم صبا سے الٹی اُکے غلیب
دیکھ کر بھی حالتِ عبرتِ فرا غلیب

ہم اس سیرِ شہِ میخانہ جب سے ہو گئے
بوئے گل کو باغ سے باہر نہ لیجا نا کبھی
کیا غضب ہے خوش زواری سہیلی تاہو

عشق جا کر باغ میں ہرگز غزل خوانی نہ کر
ہو خجل نیز ار تجھ سے ہو نچائے غلیب

شمعِ دماغ سوز ہماری زباں ہر اب
مشتِ غبارِ پناپس کا رواں ہر اب
پیسری ہوئی نمود مرادلِ جوا ہر اب
فارغ رہے جہاں مرادلِ جہا ہر اب
دشتِ طلب میں قافلہ ریکہِ دل ہر اب
دولتِ سراپا رکی رہے نیشاں ہر اب
آتش تو بجھ گئی پہ نکلتا دہلوں ہر اب
قبضے میں یار کے جو دلِ اُڑاں ہر اب
جوشن بھی ہے اور یہی حرزِ جہا ہر اب
کیا اعما و یار اگر مہرباں ہر اب
یہ نیم جاں بھی مجھ پہ تو بارگراں ہر اب
ضد سے عد و جاں مرا آرامِ جہا ہر اب

سوز و گدازِ شوق میں دشنِ بیاں ہر اب
راہِ طلب میں گرم رویِ وہ کہاں ہر اب
تھا ضعفِ دل کا شکوہ جوانی میں کس قدر
کنجِ دہن میں یا شکنِ زلف میں سہی
رہر و تمام مٹ گئے مانند نقشِ پا
کثرت ہوئی ہے نقشِ قدم کی جو اس قدر
دل جا چکا تو شورشِ آہ و فغاں رہی
مجھ پر امید و بیم کی رہتی ہے کشمکش
دل دیکھے داغِ سینہ سے میرے نکل گیا
میں جانتا ہوں اس کی تلونِ مزاجیا
کیونکر بھلا شتم یہ شتم میاں ٹھاسکوں
دیکھ جا کہ رحم کرتے ہیں سب میرے حال پر

میں ملتی ہوا کہ سنوں طبع زاد کچھ ق فرمایا عشق نے کہ یہ در در بارِ ہر اب
طاقت نہ کہنے کی نہ سمجھنے کا حوصلہ
فکر و تماشائیں شعر و سخن رائگاں ہر اب

پل گیا ہر شوق میں کس رہگذر سے آفتاب
ایک دم بھی دم نہیں لیتا سفر سے آفتاب
دل کو روشن کرنا داغِ عشق کا ہی کام ہے
مطلقاً واقف نہیں ہے اس ہنر سے آفتاب
حسن انکا دل کو خوں کرتا ہر کس رنگ سے
لعل تیغ کو کرے فیضِ نظر سے آفتاب
بیمہ اسکل جو گریباں سے نظر آنے لگا
ہے یہ بیضیا کہ نکلا اس کے بر سے آفتاب
آنکھ پہ پنے مہر و مہ کے نور سے روشن ہو
کاش نکلے اک کسی در بند گہر سے آفتاب
ہے طریقِ شوق سے ہر بے ادب کو کیا خبر
طے کیا کرتا ہے یہ وہ اپنے سر سے آفتاب
آئینہ اسکے مقابل دیکھہ کے حیران ہوں
ہو گیا کیسا قریں دن کو قمر سے آفتاب
اس کے جلوے سے جو اختر آنکھ سے گرنے لگے
گر پڑا بیجا رگی ب کی نظر سے آفتاب

داغ پر دو دھجکر آخر گہن ہو جائے گا
عشق دیکھا کس نے خالی خطر سے آفتاب

آنکھوں سے نہ دُریوں پھر اگر
دل کو تو مرے ذرا جُدا کر
اُس بحسبِ جمال سے بچا کر
دینا ہے ڈبا وہ آشنا کر
کیا فائدہ میری جستجو کا
گو یا میں گیا ہوں اس کو پا کر
ہجراں بھی کوئی بلا بُری ہے
ڈرتے ہو جو تم مجھے ڈرا کر

بنجواب و خورش میں ہجر میں ہم
مجلس میں ذلیل ہم ہوتے
سنتا ہنیں میری میں سنوں کیوں
ملنا ہے محال اس کا یوں ہی
ہم جان سے جانے مستعد میں
مر جائیں گے یار کچھ بھی کھا کر
ریتے نہ اٹھا جو تم بٹھا کر
جو چاہے سو تو نے مجھے کہا کر
سو بار پھر آئے ہم بھی جا کر
اے کاش کہ دیکھے وہ بھی آکر

حالت ہے مری تباہ اے عشق

تو بھی مرے حق میں کچھ دعا کر

شرمندہ اس قدر ہوئے اپنی رضا ہم
بے پردہ پردے میں کسی پردہ نہیں ہیں
اب کے قضا کرینگے کسی کی اواسے ہم
عینک صفت حجاب بصیرت فرا سے ہم

دل باغ باغ اور معطر و ماغ ہے

کیا بہرہ یا بے عشق میں شعر ذکا سے ہم

تم سے آپہیں جدائی ہر تول مل و نول
دولت حسن خداداد ہر تم کو دیکھو
مرغ وانا کے لئے واناہ واماہا ہوا
کیا واناہ ہے ان شکھوں حذر کرا بیل
بیوفائی و وفا میں جو چلی بخت تھی کل
نالہ زار کیا کرتے ہیں، میں دل و نول
آنکھیں پنی ہوئی ہیں کاسے سائل و نول
گھات میں رہتے ہیں دل کے وہ خطا دل و نول
ترک بدست نظر آتے ہیں حباہل و نول
میں دہر بارادہر ہو گئے قابل و نول
صل و ہجران کے سوا دل ہے رہ عشق میں کیا

منزلین ہوتی ہیں تیرے لئے مشکل دونوں

منظر کشمکش یاس و تمنا میں ہوں
مطلقاً مجھ کو نہیں اپنے دل و جاں کئی
دورِ اہل نظر مانعِ نظارہ نہیں
دل اگر سرد ہوا داغ کے مرجھاے
آئینہ ہے کہ ترا محوِ تماشا میں ہوں
عشق کہتا ہے نہ کھا غم چن آئیں ہوں
کیا کروں کشتہِ صدمتِ بیجا میں ہوں
گل ہے سودا ترا او بلبلِ گویا میں ہوں
ہوں تو صحرا میں مگر عابرِ دریا میں ہوں
نرما صبر تو سرگرمِ مداوا میں ہوں
تختِ مشق بنا بہرِ اطمینان میں ہوں
سر سے لے تا بقدمِ شرمِ نقاب میں ہوں
الف اس قد کا جو کہتا ہے کہ لیتا میں ہوں
بسکھارت زدہ نشہِ انشا میں ہوں
کچھ نہ سمجھا کہ ہے کیا خوبیِ موزوں طبعی

کیا کہوں کس سے کہوں کون ہے سنا ہے عشق

بزم میں ہوں بھی اگر جان کہ تنہا میں ہوں

ہے درد کونسا کہ بیاں میں نہاں نہیں
یہ کیا غضب ہے گر ترے منہ میں زبان نہیں
دل سوزِ مثلِ شمع ہماری زباں نہیں
ہر دم نہیں نہیں ہے کبھی ایک ماں نہیں

ترپے ہر دل کہ تیز نگہ کا نشان نہیں
 تیری یہ خوابِ ز تو ایسی گراں نہیں
 کس طرح پہنچے تیرے ہر نشان نہیں
 زخمی ہوں چور چور مراخوں اں نہیں
 جگر خونِ قاتل اور سخن درمیاں نہیں
 ہے ہے ہمارے حال یہ مہرباں نہیں
 ان کی جگہ میں ہم کس کی جگہ نہیں
 اس کے بھی تن کی تو شبِ بختِ بخت نہیں
 ایسا بلند یا ر تر آستان نہیں

فرطِ الم سے تابِ سخن کب ہے عیشِ شوق

آوارہ ہے خیال تو دل میں تو اں نہیں

مانندِ غنچہ کب ہم تن دل زباں نہیں
 کیا درِ دل ادا ہو کتابِ بیاں نہیں
 اور آشنائے میری پاتاواں نہیں
 میرا ہے جسم مغزِ تمام استخوان نہیں
 دل ہے ہمارا یا وہ کچھ میرے دال نہیں
 جرنالہ ناتواں کا ترے کچھ شایاں نہیں

کیا کیا کشیدہ ہم سے وہ ابرو کمان نہیں
 حیراں ہوں میں کہ کیوں کے نظروں چھکی ہو
 اُس کی نظر ہے صاعقہ برقِ طیاں دل
 پیاسی مرے لہو کی تھی قاتل کی تیغ کیا
 چرچا ہے تیغِ ابرو قاتل کا جس جگہ
 جس کے سب سے چھوٹ گئے دوستوں سے ہم
 فرہاد قتلِ اٹھ گئے دُنیا سے کیا ہوا
 کم سایہ ہمارے نہیں ہے فروغِ شمع
 سر رکھ ہی دیگا ایک اک رُوز آفتاب

کب حرفِ شکوہ داغِ سا مہرِ دہاں نہیں
 جگرِ گریں طفلِ ہماری زباں نہیں
 مانوس مہر وہ مہرِ دستاں نہیں
 تاثیرِ سوزشِ تپِ لہتِ مثلِ شمع
 تارِ یکے تنگ گردِ کدورتِ سحرِ کب تک
 زندانِ دہریں ہے وہ زنجیر کی صدا

نزدیک تھا ترپے کے ہلا دے زمین کو
تیرے ہو اے شوق سے محکم ہوں تو پھر
دُور دلِ بسانِ شیشہ ساعِ ہر دو تو
جو فیض چاہئے درِ دولتِ دل کے لے
خاطر میں اس کی ضعف میں ہی نجا ہکا

پاسِ ادب سے دُور تیرا تاواں نہیں
مانندِ بلبلوں کے مرا آشیاں نہیں
جز گردِ تفرقہ کے کوئی دریاں نہیں
جز فتحِ بابِ کوئی یہاں پاسِ نہیں
شکوہِ فراموشی کا کروں کیا زبان نہیں

جاں کے لئے بدن کو کیا میں نے خاکِ عشق

ہو تا عزیز کس کو بھلا میہ سماں نہیں

اصراریوں نہیں ہے مناسب میان نہیں
ہاں گر کہو تو ہے جو نہیں بولو ہاں نہیں
جو ساتھ ساتھ اپنے وہ سرورِ روان نہیں
موجود ہر کہیں ہے پر اس کا نشان نہیں
تینجِ نگہ سے اس کا مسخرِ جہان ہے
ہے شوق بس یہی کہ تجھے دیکھتا رہوں
کھولو جو کان کو تو بنے پر گہرِ صدف
میں آبلے کہیں دُرِ مضمونِ آبدار
سریچ بیچ کرتے ہیں سو دائے عشق ہم
تجھ سا نہا بہارِ چمن میں بنا کے پھول

ہم خوب جانتے ہیں کہ تم کو دہان نہیں
یہ امر آپ کا ہے مرے تن میں جان نہیں
قابلِ نظارہ کر نیکیا بے بوستان نہیں
جلوے میں جمالِ کہاں ہے کہاں نہیں
لو کبیر زلفِ مہِ آسماں نہیں
لیکن حجابِ دیکھی ہو گیاں نہیں
ابر بہار ہے یہ ہمارا بیاں نہیں
بے جوہر الغرض مری سیفِ با نہیں
یہ وہ معاملہ ہے جس میں زباں نہیں
ہاتوں کو اپنے چومتا کیوں غبار نہیں

دُوزخ مقامِ حنّتِ عالی مقام ہے دل میں ہمارے یادِ دُرخِ گلر خان نہیں

اسرارِ دل کے کہتا ہوں پردے میں شعر کے

کیا عشق اس کو سمجھیکا تو رازِ دان نہیں

بیلِ خزاں میں مگر گئی شورِ فغاں نہیں مجلسِ عزِ اکی ہے چمنِ رُوحہ خواں نہیں
مکتوبِ شمعِ اُس کی طرف کب و ان نہیں کتبِ کِ خامہ مثلِ شرہِ خوشچکان نہیں
کیا شوقِ بوسہ لبِ ساقی ہے دیکھئے کتبِ مثلِ جامِ بادہِ مہرب چاں نہیں
تابِ نظر کو پیچ کو زلفوں کے دیکھہ یار یہ دُودِ آہِ سلسلہِ جنباں کہاں نہیں
اے دل ہر مانگ اُس کی رہ کعبہ صفا تے تے میں یکِ خس کے یہاں کہکشان نہیں
ثابت ہو اتمہارے رُخِ پُر فروغ سے شعلے کو طور کے جو ساتھ دہوان نہیں
ہو گردِ راہ اُن کی یہ پایا ہوں معرُوج اُس خاک کی زمین ہے یہ آسماں نہیں
دیکھو جو اُس کو غور سے دلِ داغِ داغ ہو آئینہ بہار ہے برگِ خزاں نہیں
باغِ جہاں میں وہ گلِ پژمرده ہیں آہ گلچیں ہمارا کوئی بجز باغبان نہیں
مثلِ ستارِ شترِ ثرگاں کے شوقِ بیا باہر میں میرِ دل میں گو کا نشان نہیں
جلتا ہوں ہجر میں کہ ہوں فانوس کا چراغ نزدیکِ پہرے تنِ ناتواں نہیں

اسے شمعِ بزمِ حُسن جو دعوت نہ کی تو کیا

پروانہ تیرا عشق ہے کچھ میہاں نہیں

بیجا گلی میں اُس کی یہ شورِ سگاں نہیں پر کیا کر دں سکتے دُورِ استخوان نہیں

اک شب بھی آتے پاس پئے امتحان نہیں
 بے چین کچھ بھی جب میرا آرام جا نہیں
 نسبت ہمارے دہی شخص و عکس کی
 منہ دے نہ آئینہ کو حیا کی بھی شرم رکھ
 گر چشم آئینہ میں حیا کا نہیں ہے نور
 قاصد پر اکتفا ہے کہاں شوق میں تیرے
 برباد ہوئے گل کی طرح کیوں کرے ہر تو
 فریادِ حاشی میں ہے گوشِ زبان یک
 بیگانہ خوئی آپ کی کافی نہیں ہو کیا
 وقت سے ہر ملی ہوئی رنگینی کلام
 میں مانتا ہوں قول کو ہون کے دل سے عشق

”جو فتنہ خیز اب ہے زمیں آسماں نہیں“

ہے کون تیرے لب سے جو آتش بجا نہیں
 اجالِ دل بھی کہنے کی تافِ نواں نہیں
 پُر دُورِ دل نہیں میرا آتشِ بجا نہیں
 منظور میری زینت تجھے میری جا نہیں
 گزرا نہ ایک دم جو باہ و فغان نہیں

کچھ لعل ہی پہ سوزِ جگر کا گماں نہیں
 کیا آگ میرے دل کو جلانی رہا نہیں
 اُس شمعِ زخمِ سن کی ہیں دلفروزیاں
 فرما ہزار جان تجھے پر ہوں تو بھی آہ
 کس قافلہ کا ہے دلِ نالامِ اجروس

سہستے جھٹائیں ہو تو چلے ہم تمام اور
ظاہر ہوئی کشش نہ نمایاں ہوا ہر خم
مسجد کو ویر کو نہ گیا میں تو کیا ہوا
منہ پھیرتے رقیب میں سنا تو اس کیوں
غم تیرا کیا بسا دل خانہ خراب میں
اُس نے سفر کیا تو ہے جاں پا در رکاب
ہوتا اٹھا ہے گھر سے ترے عشق روک لے

قابل شنائے بحر کے یہاں تو اس نہیں

مہر و مرقس ہے تو خوفِ قرآن نہیں
تیغِ زباں اُس کی کسی کو اماں نہیں
بیخت جانی اپنی بھی کچھ راکھ نہیں
شوقِ نظارہ میں ہیں ہو گھر اراجار
غم تیرا تیرے آنے سے دل سے نکل گیا
میں مرتے مرتے ایک نظر تجھ کو دیکھ لوں
آرام کے خیال کا دل پر جو ہو گذر
یوں چاٹ چاٹ تیغِ زباں کو نکرے تیز
رہتا ہے تیرا دل چاک چاک میں

گردش کا تیرے کچھ بھی خیال آسا نہیں
اور کیا جواب تلخ سے شکر نشان نہیں
اک دم نہیں جو تیغِ ستم کی فساں نہیں
میں بھی چمن میں ہوں خبرِ شیاں نہیں
سیج کہتے ہیں عیشِ خوشی جاودا نہیں
ہے شوق دیکھنے کا مجھے فکر جاں نہیں
کہتا ہے دردِ دور کہ خالی مکا نہیں
لبِ لعل آبدار ہے سنگِ فساں نہیں
اُس مرغِ تیز پر کا کہیں شیاں نہیں

گر جاں گئی تو اُس کی جگہ شوق ہر ترا کب ملکِ ل میں اس کی حکومت ان نہیں
غالب کی طرز پر بھی سناوے کوئی غزل
کیا عشق تو دلیل رہ شاعراں نہیں

ہاں سنا اثر سے یہ شور و فغاں نہیں لفظ کہن میں معنی تازہ سے جان نہیں
ہر دم ہے تیری یاد میں پاس نفس مجھے نزدیک تجھ سے دُور تر یا سب ان نہیں
جو رستم سے تیرے ہوں ممتاز خلق میں خلعتِ بیفخر کی ہے ترا امتحاں نہیں
مجھ کو خفیف کر کے نہ بچتا و بار بار جو بار دُور گئے تم سو وہ دل پر ان نہیں
ہر لفظ ایک بحر ہے ہر معنی ایک کان خاطر میں نکتہ سخن کے کچھ بحر و کان نہیں
گردش جو دیکھ لے تھی اُن آنکھوں کی یکبار چکر سے چین پانا ابھی آسماں نہیں
اور اک غزل کے سننے کا ہر شوق دل کو عشق

میں بھی تو شعر فہم ہوں کیا قدر داں نہیں

ہم سے ہوا سلوک جو تم پر نہاں نہیں کب کر خیر آیکا درِ دِزباں نہیں
جب جائے دل کی کوچہ زلفِ بتاں نہیں ہے مرغِ پر شکستہ جسے آشاں نہیں
اپنا مکانِ خالص جز لاہماں نہیں ہے یہ بھی اک نشان کہ تھا کنچہ شاں نہیں
سودا یہ سود کا ہے سرا سبزیاں نہیں کب گرم اس کا دم میں میری دُکاں نہیں
رہتا تھا دل میں درد کیا اس کو چھوڑ دل کیا طرفہ ماجرا ہے مکیں مکاں نہیں
زاہد تو نیک رہوں بد میں جو دیکھئے آپس میں غیر فرق عیاں و نہاں نہیں

تھا دل غریب سنی بیگانہ ہو گیا
طاقت نہیں کہ دور کروں اسے خطراً
جز بیتِ ابرو صنم اس کا مکان نہیں
مالک ہے اس مکان کا وہ میہاں نہیں

اے عشق بس کہ شورِ قیامت بپا ہوا

آوازِ صور کی سی ہے تیری فغاں نہیں

کب بیدہ خیال میں موئے میاں نہیں
دل تھا کہ آئینہ تھا تمہارے خیال کا
کب ضعفِ دل کا یار میں رازِ نہاں نہیں
میں درِ دل چھپانے کا حال کہوں کیا
بہرِ خنڈ ہنڈ ہتا ہوں پر اس کا نشان نہیں
مُنہ کو چھپائے ہوئے تہو تم کیوں کنارہ گیر
کر دیکھا یہ تبسمِ نہاں عیاں نہیں
لے اب غبارِ میری بنی پردہ دار ہے
بوسِ کنار کا تو سخن درمیاں نہیں
دشمن بھی ترس کھانے لگے حال پر ہے
خوفِ نظر کسی سے تجھے آسمان نہیں
ممنون میں تمہارا کب دوستاں نہیں
جو ہر نہیں یقین یہ رخنے ہیں ماہر و
کب تجھ سے آئینہ پکناں کا گمان نہیں
ہستی عدم میں رہنے کی ٹکرا کر لے
دیتے گواہی کیا ترے لبِ رواں نہیں
اک سطر خون ہے لکھا عرضِ دل

ہر چشمہ حیات کی ہے موجِ دلربا

ابر و تمہاری تیغ نہیں اور کماں نہیں

موجِ خموشی کہئے تو کس وقت ہم نہیں
کہتے ہیں گر عجیبِ شوقِ حیران ہم نہیں
یہ بھی زیادہ گوئی سے سمجھو کہ کم نہیں
آئینہ دارِ شرم مگر کب قسم نہیں

ہنستا ہوں دیکھو دیکھو میں ان کو کہ غم نہیں
 مجھ سے تو حال بھی نہ لکھا جا بیگا کبھی
 فرط غم و حزن نزاکت سے کہتے ہیں
 میں جانتا ہوں پیاسے مرغون کے ہونٹ
 دلیہ کا اپنے شکر ادا کس زباں سے ہو
 جب سے کہ یا سکا دل وارفقہ رام ہے
 بیدم سمجھ کے مجھ کو تو دم دیتے ہی ہے
 حاصل مراد سے کہ پیالے سے ہر کام
 قائم مقام عشق کا جز غم نہیں کوئی
 اے شاہ حسن ناز ہے کیا مجھ فقیر پر
 آنسو کے بدلے آنکھ سے حسرت پگھلتی ہے
 کیونکہ ہے اپنا شیشہ ناموس چور چور

کیا صورت اُن کی غیرت باغِ ارم نہیں
 اُس سا وہ رُود کا عشق ہر شوقِ رُم نہیں
 ہم سرگراں نہیں بلکہ گردن میں خم نہیں
 کیوں بے محابا چھوڑتے کھانا تم نہیں
 وہ دل نہیں سینہ میں وہ درد و غم نہیں
 اس کو کسی سے پھیر بجز آرامِ رُم نہیں
 دم بھرتا اُن کا کب میں رہا دم بدم نہیں
 کچھ غم نہیں میسر اگر جاہِ بسم نہیں
 سترِ اقدم جو ہم ہی رہے ہم تو ہم نہیں
 محتاج کا غنی یہ کہو کب کرم نہیں
 دریاۓ اشتیاق میں دیکھو کہ غم نہیں
 اُس طفل کے تو ہاتھ میں سنگِ ستم نہیں

کیا داغِ دل کی عشق کہوں تو رباریاں

ایسا کوئی چراغِ بدیر و حرم نہیں

اتنا تو جانتے ہیں ستم یہ ستم نہیں
 گراں کی ہے اسی مرغِ شہی کچھ بھی غم نہیں
 پرچم نہیں ہے شعلے کا نالہ علم نہیں

اُن کے کرم سے کیا کہیں گاہ ہم نہیں
 کیا کیا دل اور جان پہ رنج و الم نہیں
 کس کی نگہ سے شکرِ غم بے نشان ہے

بھٹو کے اسیر آپ کے کھاتے میں داغ کیا
 ناصح کا قول مانے مراد ل کہاں کی بات
 ہستی ہماری محو فنا سر بسر رہی
 یوں لفروز تیری طلب ہے تو کون ہے
 دکھلائے پر بھی چہرے کو بیمار کے ترے
 فکر جواب نہ کھیلتی ہے جان کیا
 اک سادہ دل کے صفحہ سے روشن سواد ہو
 کیا ماہ نو کو ہم سری ابروئے یار سے
 سودا نہ ہو گا دل کبھی سودا یہ چھوڑ دے

بیدار نہ ہے یہ دام و لے بیدار نہیں
 میری کبھی تو کچھ بھی موثر قسم نہیں
 اک دم نہیں کہ گردِ طریق عدم نہیں
 جوشِ شمع گرم راہ جو سترِ قدم نہیں
 حیرت ہے چشمِ آئینہ میں کچھ بھی نہیں
 کیا کیجے اپنے ہاتھ میں ان کا قلم نہیں
 جو ہر کا بھی اس آئینہ میں کچھ رہ نہیں
 جب سمانِ ناز و داد اس کا خم نہیں
 بازارِ حسن میں تو کہیں قدر غم نہیں

مومن کی جان تازہ اگر ہو اسی سے ہو

روح القدس سے عشق ترانا لہ کم نہیں

ابل میں دین و کفر سے شادی غم نہیں
 کب س پرستی آپ بھلا منہم نہیں
 بائید گر ہو خوش کہ ہو نہیں کبھی تم ظریف
 دل سے ہمارے ان کا دہن تنگ ہو بہت
 خورشیدِ رودہ آگیا رونے کو میرے پاس
 مرم کے جی گئے ہیں بہت اس کے شوق میں

بیت الحرام کبے جو بیتِ لضم نہیں
 کیا مجھ سے ملنے جیلہ ہی مغتنم نہیں
 عینِ کرم ہے مجھ پر یہ تیرا قسم نہیں
 غم سے ہمارے ان کا قسم بھی کم نہیں
 جبران ہوں دیدہ خوبا رہتم نہیں
 آبِ حیات لبے ترایا رسم نہیں

عاشق کا تیرے نام و نشان تک بھی ٹگیا
طاقِ مزار ساتھ لے پھرتے ہیں ضعیف
لوحِ مزار پر بھی رہا کچھ رستم نہیں
کچھ رشتہ اُن کی بارِ تعلق سے کم نہیں

دیکھا فنائے عشق میں جب سے بقائے حُسن

ہوں نیستی ہست کہ ہستی عدم نہیں

ہے یوں تم کا شوق جو تم کو تو غم نہیں
رُونا یہ اپنا دیکھو تو ہسنے سے کم نہیں
غصہ کے بدلے غم ہی رہے دل میں تم نہیں
غم کی خوشی سے بھولے ہیں دید و رسم نہیں
گالی نہ بدعا نہ مرے سر کی ہے قسم
گر حکم ہو تو سر سے میں اٹھ جاؤں کا اُجی
غم ہے پیش ہے درد ہے حسرت سوزِ ہر
اُس لعل لب کے تلخ جوابوں نے غش نہیں
تجربہ شوق دیکھتا کروہ ہوئے ہیں تیز
سب کچھ وہی ہے مجھ میں مگر ایک دم نہیں
ہے بانگ شراب مگر کیف کم نہیں
کر جاتے آکے ہاتھ مرا کیوں قلم نہیں

سو عافیت میں یک نہیں میں نہیں نہ چھوڑ

آغازِ عشق ہے ابھی بالآخر تم نہیں

ہم جو جسم نزار رکھتے ہیں
سب فسوں کو ہزار رکھتے ہیں
جان امیدوار رکھتے ہیں
بیچ کا کل کے مار رکھتے ہیں
سر ہے جب سے خار رکھتے ہیں
حسرت انتظار رکھتے ہیں
دل میں تاب تو انہیں باقی

داغِ باغ مراد تازہ ہے
 تجھ سے حاصل ہوا یہی اے گل
 تو بھی کچھ سُن لے ہم غریبوں کی
 ایک قول و قرار سب کیا ہیں
 دل خسرم نہیں ہے سینہ میں
 فہر کے تم و ہویں اڑا دیتے
 کون سنتا ہے کیا کہیں ہر دم
 پرورشِ نفس کی نہیں بیکار
 اک لچک بس ہے جان لینے کو
 کیوں بُرے مجھ سے ہوتے ہو پیار
 اس چمن میں جو پھرتے ہیں دلبر
 کیا فدا جڑ سخن کریں تجھ پر
 بیوفائی تری رہے کب تک

گلِ دایم بہار رکھتے ہیں
 دل میں اک خار خار رکھتے ہیں
 خواہشِ امیدوار رکھتے ہیں
 ہم نشیںِ بستر رکھتے ہیں
 داغِ اک یادگار رکھتے ہیں
 گیسوئے تاب دار رکھتے ہیں
 نالہ زار زار رکھتے ہیں
 سنگِ یہ بہرِ شکار رکھتے ہیں
 کیوں کمر میں کٹار رکھتے ہیں
 تم تو خوبی ہزار رکھتے ہیں
 بار اک بار بار رکھتے ہیں
 یہی بہرِ نیشا رکھتے ہیں
 ہم و فنا پاسبان رکھتے ہیں

عشق کے جو اسد علی خاں ہیں

منت بے شمار رکھتے ہیں

ہے شوقِ لکا ترے جس کے دیدہ ترکو
 سلامِ تشنگی کرتی ہے اُس کی کوثر کو

ہوا ہے بارتق اب سوں میں ٹپکتا ہوں
 جگر سے بے تلک کاک لگ بھٹی اب تو
 غضب بات مری دل کی دلیں جا
 تباہ حال مرادیکہ خلق روتی ہے
 جو موجزن تھا شب ہجر اشک کا دریا
 تمہاری راہ میں دیکھوں بھلا سب کیا ہے
 سمجھ کے شوق میں کس موج چشمہ کوثر
 پڑا ہوں ضعف میں اس بن پہ کیا جلاتا ہے
 لکھو نگاشتوق میں وہ نایدار اب نہیں

کیا نہ راہ میں س کی تو کیا کروں کو
 لگا دے منہ سے مرے ساقیا تو ساغر کو
 رسائی گوش تک س شوق کے ہو گوہر کو
 نہ آیا جسم کبھی آہ اس شکر کو
 گرایا آنکھ سے کیا کیا نہ ہم نے اختر کو
 نہ جھپکی آنکھ مری دیکھتا رہا در کو
 لگا لوں اپنے گلے سے میں کس خنجر کو
 خدا کرے کہ لگے آگ ایسے بستر کو
 کہ سمجھے سلک گہر بار خطِ مسطر کو

کہاں ہے حال کہ سنئے تمہارا قالِ حشوق

خدا کے واسطے کھولو نہ اپنے دفتر کو

کہاں کا چین کہ صرغِ تیرے مضطر کو
 غضب پیری میں یہ داغ عشقِ دل آہ
 سمجھو کو اس پہ گمان ہو گا دیدہ تر کا
 ہوا اے شوق میں رتی ہے حسرتِ پڑا
 رانا میرا ہنسی سے نہیں تمہیں منظور
 بغیر شربت دیدار کیا تشفی ہو

کہ دے چکا ہے سب ام اس بستر کو
 چھپا دے روئی میں کس طور کوئی اغر کو
 دکھاؤں داغ جو میں نقابِ محشر کو
 جو بند ہوں میں نفس میں تو کیا کروں پر کو
 نکال دانت نہ غلطان کیجے گوہر کو
 ہے کیسا تشنہ تیرا دیکھہ دیدہ تر کو

نہ بند اُس کو کرو دم بھی مجھ پہ کرنے
غمِ فراق ہے طوفاں تو صبرِ دل کیا ہے
سبھی ہیں بزم میں غش کس اُسے چلتا ہے
دولتِ اُن کے ہو اسیروں وہاں میں
یغیر ذکرِ غمِ عشق یہ نہیں لگتا

سلوکِ شوق میں اب مجھ کو عشقِ لازم

بسانِ خامہ چلوں راہِ پاؤں کر سہ کو

بیان کیا کروں میں اپنے حالِ تیر کو
کیا ہے آئینہ بیمارِ تیرا بستر کو
ترپ یہ میری بخانوں کہ کبلا دیگی
گیا جو دل تو یہ روئے کہ چشم کھو بیٹھے
نظر سے بچ کے مری آنکھ میں میں آ بیٹھے
وہ شوخ ویدہ معالج ہو اترا ایدل
نہیں یہ کھلتا کہ کب شوقِ آزما ہے
نہیں دُور کہ دل میں وفا ہی چلتی ہے
سیا جو جیتے پھر کام ہو گا سینہ کا
انہیں کے میں بھی تو ہر دم میں پرتا ہوں

کہ دل تو کھو چکا دیکھا نہیں میں نے لبر کو
نتری ہو میں بس بزم ہی اس کا دم بھر کو
تمام فرشِ زمیں بس نہیں ہے بستر کو
الہی رو میں ہم اب کیسا دیدہ تر کو
میں سپی آنکھ بہا ہوں کیسے اُن کے منظر کو
گڑا ہی دیکھا رگِ جاں میں بیکہ شہ تر کو
کسی کی بندشِ در سے کسی کی ٹھوکر کو
ہے بوئے عود سے بھی ننگِ اپنے مجھ کو
ہے یاد بوجھ تو بھرا جی بھی رفوگر کو
ہے قم باذنی کا دعویٰ یہ جن کی ٹھوکر کو

نہیں ہے شک تیرے شوق میں دیو تر کر لگا دامن پر گل کنارِ محشر کو

نجانوں عشق کہ یوں خارِ دیدہ مردم
کیا ہے شوق نے کس گل کے جسم لاغر کو

سکھایا کون یہ تیوری چڑھانا دلبر کو
نجانوں ہو سگی آخر برابری کیونکر
اُسی نے بے سرو پا کر دیا ہے مجھ کو
فلک کو دیکھ رہی ہیں کہ ب پھرتی ہے
ہمیشہ سنا ہے فریادِ العطش میری
ہم اپنا دشمن جاں کر چکے ترمی خاطر
فداے رتبہ عاشق کہ پائے بلبل پر
امیدواری میں سکی جو دل کھینچو آہ
ہو اے شوق میں سنا م کے ہواڑاں
وہ شمع رو ہے مے سوزِ دل سے مہنوں

جلایا دل تو رلائے گا شوق مجھ کو عشق

ضرور آب ہے جب آگ لگ چکے گھر کو

دیا گیا تھا مرنا مہ کب کیو تر کو
پسند آنا مرے پاس گر نہیں اس کو
کہ کر دیا نہو پروانہ اس کے ہر پر کو
بلا تو لیوے مجھے یا را پنی ہی گھر کو

کیا ہر میں نے تو اب دُرُ دل سے سب رکو
 نہیں خیال تو کیا تہجے بندہ پرور کو
 کہ تاب دیکھنے کی بھی نہیں تھی اختر کو
 ہے کوئی رہ پہ جو بچانے پاؤں گے سر کو
 جو دیکھا ہا تھ میں قاتل ترے میں خنجر کو
 جو ساتھ اپنے رکھوں شوق میں ہر کو
 سوال کا بھی نہیں ہے مجال قیصر کو
 ملایا خاک میں کیا میں بھی اب گوہر کو

لکھے کا خط کوئی اصاب عشق کو شاید

پھر اور کیا کرے حُسن اُس کا مشک و عنبر کو

کہ لایا ساتھ غم و درد سے ہر شکر کو
 کہ پی گیا وہ لبِ لبِ آب گوہر کو
 جو چھوڑ دیتا ہے کر زخمی صیدِ لاغر کو
 کہ یاد بھی نہ کروں دل کو اور دلبر کو
 کہ دضرور تھا اس بحر میں شنادر کو
 کہ محض خیر سمجھنا پڑا ہے ہر شر کو
 کہ مطلقاً ہیں گئے بھول نہی منکر کو

رقیب ہیں کہ ترے اقربا ہوں کیا پروا
 ہوئے مہر میں ہر ذرہ کیا چمکتا ہے
 شبِ فراق میرے داغ کیا فروزاں تھے
 ہیں پاؤں سوتے تری جستجو میں پھر پھرتے
 ہلالِ عید کا دہو کا ہوا مجھے ناگاہ
 گزرا راہِ طلب کیوں نہ ہو پھر آساں
 جلالِ پیرِ مناں دیکھو جس کے اب پر
 غبارِ دل کا مرے گفتگو سے ظاہر ہے

کرے گزیر روزِ بر عشقِ دل کے کشور کو
 نہو گا پیا سا مرے دل کے خون کا شاید
 اُسی شکاری کی طرزِ ستم کا مارا ہوں
 سما یا سر میں آج کل یہ تو دا ہے
 فلک سے کام لیا عا شقی میں عالم نے
 شرابِ عشق سے کیا میرا فہم خوب ہوا
 ہیں وا عذاب کے یہ صرف امر بالمعروف

سلوکِ سنت و توحید کا بیاں مفقود
 کہ قصہ خوانوں نے رکھا ہر دابِ منبر کو
 جو نکلا نالہ مرا تحتِ دل ہر نے نکلا
 نہ دیکھا ہو گا فلک ایسے تیر اور پر کو
 ہے نیزہ باز سپا ہی مرادِ نالاں قطعہ
 کہ ساتھ رکھتا ہے تیر و تفنگِ خنجر کو
 مگر جگر ہی یہ ہے صرف سب ہنر اس کا
 کروں سو کیا زہوں پیتیا جو میں سر کو

سناتا عشق میں حوال اپنا ہوں ہم
 نیا ہے دیکھئے اس قصہ مکر کو

مقامِ دل نے کیا اپنا دیدہ تر کو
 ہو اپنا پسند سمندر بھلا سمندر کو
 جو خونِ دل سے مرے کچے کب اُتے
 کہاں یہ ربطِ میسر ہو شیر و شکر کو
 سوالِ دل میں یہاں لبِ پیچہ جواب لہا
 الہی کیا کرے ایسے کوئی مقدر کو
 بھلا یہ سنگِ دریا کیوں نہیں ہوتا
 کہ اپنے درد کی بھی اب خبر نہیں سر کو
 شکستہ پا ہوا جو زنگِ نالہ و لبیل
 کہ ٹوٹے گل سے لیا مستعار شہیر کو
 نہ قتل ہوئے میں نکار ہر نہ کچھ عوی
 قبول کر لے جو قاتل ہی میرے محضر کو
 جہاں سیاہ نظر مجھ کو آ رہا ہے اب
 ہزار شکر کہ دل ہے غنی بدولتِ فقر
 بروزِ حشر بہت گرم ہو رہے خورشید
 کرم سے جلد دکھا دو رخِ منور کو
 فراغت ایسی کہاں سے کسی تو نگر کو
 کروں گا چادرِ سر اپنے دامنِ زر کو

وہ آبِ چشمہ حیوان سے سیر ہو گا عشق
 دکھاؤں آئینہ شعر اگر سکندر کو

جگہ تو دل میں ہی دمی اُس بُتِ تگر کو
 شکستہ رنگ بھی چہرے اُڑ چلا میرے
 پیسوں نے ہجر کے دل میں پڑے قدم ہو کر
 تمہارے کان کے موتی کو دیکھ کر حیراں
 میں رنگِ رُوسراپنے ہوا بہت حیراں
 جلا کے سُوزِ دروں کو آہِ راکھ کرے
 دمِ اخیر ہی آرزو ہے عاشق کی
 وہی تماشا دکھا دیگا ہجر مجھ کو آہ
 سیاہ کاری ہجراں میں کیا کہوں تم سے
 خدا خواستہ حاصل اگر نہو دیدار

اُتار ایشیہ میں کیا تو نے عشقِ پتھر کو
 کیا ہونٹا مہِ برانپا میں مرغِ بے پر کو
 تبارِ دامن صحرا کیا یہ گوہر کو
 کہ ساتھ مہر کے دیکھا نہ تھا میں ختر کو
 اتر لانے کا کیا کیا ملا یہ کیس کو
 رکھنے دیدہ ترنم جو میرے سُبتر کو
 اُڑا دے ہاتھ سے اپنے تو اُس پہ چادر کو
 دکھایا اُس نے جو یعقوب سے سیمبر کو
 پسید دیکھئے آنکھوں کو اور سرِ سر کو
 شبِ فراق ہی سمجھو نگارِ روزِ محشر کو

سنا ہے تم نے کسی سے اگر سخن اچھا
 سنا ہی دیکھا سنا عشقِ اُس سے بہتر کو

دکھاؤں مینہ چشم کے جو جوہر کو
 وہ گھر تھا آئینہ جس سے کیا ہے باہر کو
 ابھی میں چھوڑ کے دنیا فقیر ہو جاؤں
 گلی میں اُس کی چلا ہوں میں دیکھا کھو
 تو کروں بجزِ ندامت میں غرقِ اختر کو
 نظر میں بن کے چلا جاؤں کاش اندر کو
 جو اُس گلی میں ہو ممکن بچپانا بستر کو
 پہ ڈر رہی ہے کہ کھانا پڑے نہ پتھر کو

گلی میں سن کی جو آسودہ رہنے بھی نیا
کبھی نہ سیرِ حنین کا وہ پھر خیال کرے
حسین سارے میں محتاج گرچہ زیور کے
کسی کو دیر جو سرم کی خبر نہ تھی تب سے
ہر مال میرا بھی اے ماہر کوئی طوناں
ہے عدلِ عشق کہ اس شیم سے مردل سے
شکر کو مشک کو اس سے نہیں ہے کچھ نسبت

ہماری خاک سے کیا دشمنی تھی صرصر کو
نیم دیکھے جو اس مجلسِ معطر کو
پہ زیب تجھ سے ہے سارے لباسِ زیور کو
ہوا ہے سو داترے سجدہ کا مرے سر کو
پہ لائے جوش میں کیا کیا نہ بھرا خضر کو
بہم جو دیکھتے ہیں باز اور کبوتر کو
دکھا دو شعر مر ازلف و لعل و لبر کو

وہ آ کے عشق نہ پھر جائے خبر تیری

ادھر ادھر ہے تو کیوں پھرتا چھوڑ کر گھر کو

گیئے ہو بھول بہت دن آپ کتر کو
سہرِ غرور بہت کچھ تھا دیدہ تر کو
کرم کرو تو اسی دم ہو میری جاں بخشی
ہمارے دل کو تو انیا کیا ہے تو ظالم
تری تو راہ میں تبھرنے تھا کوئی حائل
میں سخت جاں ہوں فلک کھکھوٹا لے کی قسم
مرضِ عشق کا ہر دم ہے مختلف احوال
نکالت ہے وہ مطلب کی اپنی بات سربات

کروں ہوں یاد میں اس بازو بیدا کتر کو
قدم سے اپنے ہی پایا ہوں اس کے ہمسر کو
نہ بھولو بہرِ خدا ہر دم معطر کو
خراب زنگہر کشورِ مسخر کو
پہ میں قدم کے تلے دیکھا اپنے ہی سر کو
سجانے دے مرے سر سے ایک پتھر کو
کہ ایک حال سے نسبت نہیں ہے دیگر کو
میں نیک ظن کروں کس طرح ایسے بدبر کو

عبارت اُس کی اگر خط سے خوب ایجا
اُسی کے دل میں پتا ملکیا تر آخر
اگر چہ شوق میں تیر ہوا ہوں بے سرو پا
گھر کے لعل کے طالب ہیں جو ہر سی عشق
نہ پڑنے آنکھ میں ان کی دے اپنی کنکر کو

کسی کو آنے نہ دوں دیکھ لے ترے گھر کو
یہ خامشی کا ہے اعجاز لعل و لبز کو
بہت سمجھ کے کرو تم اشارہ ابرو
ہو کسی کا نہ دل سوز وہ بت بیدر
نہیں ہے خوف جو تجھ کو میں اس آہوں
نراکت اپنی سمجھ کی سوا ہے شیشہ سے
کیا ہے غم مرے سینہ کو صفحہ مشرق
جو قد یار کو دیتے ہیں اس سے ہم تشبیہ
عزیز و حال میں بس چھوڑ دو مجھ کو
تری ہوا میں بھر کتا ہے دل بہت میرا
ہے شش جہت نمودار جلوہ دیدار
تبھی تو عشق ہیں مضمون شوخ سب سیر

تو خوش رقم ہے کہو لعل روح پرور کو
جو چچان مارا تری جستجو میں گھر گھر کو
عوض میں سر کے قدم کے رکھا ہوں چکر کو
نہ پڑنے آنکھ میں ان کی دے اپنی کنکر کو

سمجھ نہ حلقہ در مجھ سے چشم بردار کو
کہ ہونے دے نہ کبھی در کسی سخنور کو
گلے یہ اپنے کوئی پھیر لے نہ جنجس کو
کسی نے آگ سے خالی بھی دیکھا تپھر کو
کہ امن اپنا سمجھتا ہوں ل سے ڈر کو
میں خون دل ہوں سمجھتا شراب حمر کو
کہ سپیوں سے مرے دیکھا اُس نے مسطر کو
تو کیوں نہ فخر سنا دار ہو صنوبر کو
کہ دو جہاں سے نہیں کام کچھ قلندر کو
فروغ کیا رہے ایجاں چراغ مضطر کو
یہی ہے سوچ کہ اب منہ کر دل میں کدھر کو

کہ خونِ دل سے دیا رنگ میں نے ہر ہر کو
 کیا ہو گیا ہے جذبِ لبِ بقیار کو
 لایا نہ کھینچ گھر مرے ایتک جو یا ر کو
 ہے ربطِ چشمِ تر سے دلِ داغدار کو
 ہاں بر بھی ضرور ہے اس نفی بہار کو
 میں کیا کروں یہ جان و دلِ بقیار کو
 منظور جب جلاتا ہی ٹھہرا ہے یا ر کو
 حاجت تھی روشنی کی تری راہ دیکھتے
 میں نے چراغِ جان لیا انتظار کو
 کیا جانتا نہیں ہے ترے خار کو
 لے دل اگرچہ ہے گلِ بنجاروہ جلا
 نکہتِ چمن کی کرتا ہے میرے غبار کو
 آہِ حیات جانتے ہیں اس شرار کو
 پھولا یہ کس جلوہ رنگِ بہار واہ
 آزاد می دَام چاہئے تیرے شکار کو
 ٹھنڈا کلیجہ شک سے کرتے ہیں زندول
 شمع و چراغ کیا رہے شہائے تار کو
 پھندے تعلقات کے بکیر رہ گئے
 دل دیدے میرے گرہِ جلیں ہجر میں تیرے

دل داغ سے جلا تو جلے داغِ دل سے آہ

خالی ہی دیکھتا ہوں نہیں جیبِ کنتار کو

تو پھر بادِ مخالف بھی موافق سی ہوا ہڑے
 توکل گر بہا زِ دل کا اپنے نا خدا ہڑے
 نہ ہڑے پر نہ ہڑے گریہِ باتاج و لوہڑے
 برآمد ہو گئے پا مال مال انکار ہا ہڑے
 تو پھر دُور و قدم پر دیکھنے تھکے ہوا ہڑے
 اگر گرمی کی رو سے کچھ بھی انکا بادیا ہڑے
 بہت اچھا ہوا اگر جو ایسے بی وفا ہڑے
 عیش کیوں لے لگا کر اُن سب کوئی یوں برا ہڑے
 تہائے سایہ کے آگے پری ہو تو کیا ہڑے
 نگہ آفتِ قیامت قامت اور کا کل بلا ہڑے

کہیں مانعِ تجلی کا حجابِ زہوتا ہے
 بہتِ ناصح پہرے سر میں آن سے تھہرے
 نہیں جانا گلی سوانحی اپنا بے سبب ہے
 خیالِ یا تھا روئے میں مگر کچھ ان کے منہ کا
 تمہارے دیکھنے کا شوق ان کو یہ ہوا کچھ
 خوشی سے ہم تمہارے گھر میں آتے ہیں جاہیں
 تمہارا بیٹھا اٹھنا نہیں بیکار چلنا بھی
 کہے جاتا ہوں تو میں نے بھی ایسی بیقراری کی
 نہیں جب بد ہی کب عیدِ ہم شاد ہو ہیں
 تو ہم در بدر پھر پھر ہوئے بیزار کیا حال
 ہماری کیا حقیقتِ اذدن دیکھو مرنے ہو گی
 مکانِ آرام کا سمجھا تھا میں نے خانہ دل کو
 نہو بے یار ہم گفتگو خاموش بیٹھے ہیں
 یہ کس کے ملنے کا ہے فیضِ حیراں ہیں نہیں معلوم
 نہ جاسکتے ہیں ساتھ ان کے نہ ان کو روک سکتے ہیں
 شرابِ حُسن سے نہ شاربِ تکلیفوں رنجوں میں

جو ڈھانپا منہ کو تم نے تو نہایت خوشنما ہے
 تیقنِ جب ہوا دل کو کہاں پھر دوسرا ہے
 نہیں کھوئے تھے دل کو ہم آئیں کا کھوج پا ہے
 کہ سارے قطرہ ہائے شک موتی بے بہا ہے
 کہ جان و دل ہمارے دونوں آپ کو ہوں آ ہے
 مبادا پھر خونِ عشق ہی زنجیر پا ہے
 اٹھے دلبر ہے دلہ چلے تو دلر با ہے
 تماشہ دیکھتے حیران بیچون و چرا ہے
 ہزار آؤں اگر نور و ز تو غم کا دہا ہے
 کفیلِ مطلبِ اب ہمارا بس خدا ہے
 اسی آئناں پر سرسبز ہیں جیہ سا ہے
 نتھامہر گز گماں آخر کو یہ ماتم سرا ہے
 نہو دے جب چمن میں گل تو بلبل بے صدا ہے
 کہ بالکل ہو کے بیخود آپ سے ہم یوں جدا ہے
 انہیں کی مہربانی ہے جو ہم بدیت دیا ہے
 کہ ہم بھی ہوش میں آئیں تمہارا اگر نشا ہے

مخالف سے موافق کا لیا کرتے ہیں خوابِ کلام چراغِ گل کا ردغنِ سرِ سیراب ہوا ہٹے

یہ بزمِ عشرتِ عشقِ جہاں آشوب ہے یارو

ہو ہر دم یہاں جو نقشِ سبل کیا مزا ہٹے

اسی بس بقیاری میں عزیز و سالہا ہٹے
یہ کیا تہر و غضبِ جنکے ہم یوں مبتلا ہٹے
نہ ہم پوشیدہ جاسکتے نہ وہ درِ دہلیز ہٹے
کوئی دم کے ہیں مہاں ہم شتابیِ نجاوہ
دکھا صورت کو اپنی رونا مجھ سے نہ مانگو تم
عجب مشکل کی صحبت ہو کہ کچھ بھی سن نہیں سنا
نہ پایا چین اک لحظہ بھی پر ہرے تو کیا ہٹے
کہیں بھر دجوان کو تو کہیں میری بلا ہٹے
ہوئی تدبیرِ کل اب کہ عاشقِ بڑا ہٹے
ذرا ہٹے ذرا ہٹے ذرا ہٹے ذرا ہٹے
مری آنکھوں میں دیکھو اپنے آپھی رونا ہٹے
ادب کے قیدی ہم ہیں وہ یا بندِ جیا ہٹے

ثبات اے عشقِ یہ ہے اور اسی نامِ استقلال

حسنانِ جہاں سے ل کے پھر تم یار سا ہٹے

خدا جانے تال اس کا بھلا ہٹے برا ہٹے
جھا ہٹے سنا ہٹے دفا ہٹے عطا ہٹے
لیوں پر جان آئی ہے نجاوہ کہ تا ہٹے
تکلف بر طرف کنوا اب نکھیں اپنی حاضر ہیں
پُرانی دوستی ہر حید ہم انکو جیتے ہیں
دلِ خو میں ہمارا بھی کرو یا مالِ احسان
علم کی تیغ جو اس نے تو ہم بھی سر جھکا ہٹے
کرد جو کچھ ہمارے حق میں تو تم کو روا ہٹے
چلے لے ساتھ ہم کو گھر ہمار گھر میں یا ہٹے
بجائے فرشتان کو وہ جہاں چاہا بچھا ہٹے
کریں کیا پھر جو سن کے سر اسر و نہیا ہٹے
عبث تم دیکر طائرِ رنگِ حسا ہٹے

اسی خواہش میں اگل دُمدِمنچو نہیں تھے
مبادا حیلہ گردہ حرف کچھ رکھتے اسی پر
ہمیں دیدار حاصل تشنہ دیدار کو یارب
لرز یاد و نالہ ہمیں بیزار ظاہر ہے
طریقِ عشق کے سب لکوں کو میں دیکھا ہے
لوں تو بہ واستغفار میں بھی شیخِ حلی
الکتاب ہے قولِ حق سو حق میں بکتاب
ادین خاک سپر پھر نہ کیوں ایسے بیوں

کہ ہم بھی جیسے کچھ پیغامِ گریکِ صبا ہٹے
کہو قاصد سے میرا حال سب کو سننا ہٹے
شبِ ہجراں پھر اس کے حق میں کیوں وز جوہر
گلا میٹھے ہمارا جبے کیا انکا گلہ ٹہرے
گئے چل ابتدا میں کچھ تو پھر بے انتہا ہٹے
کہو کیا ہو اسی جبے تک پر لطف ہوا ہٹے
بھلا میری نظر میں کچھ بھی پہلے سا ہٹے
غبارِ دل میں اُن کے ہم کہ جنکی خاک پا ہٹے

بہت گردش میں سرگرداں رہ ہم عشق کیا ہو

نہ پہنچے در تک اس کے جو طالعِ نار سا ہٹے

کنجِ قناعت میں بے یقربے ریا ہٹے
سے دل لگا کر جو کُنہ گارِ خدا ہٹے
سج و مسایسے کہو اے مہلقا ہٹے
اکویں میں کج سرِ سبزل دعا ہٹے
تک مکہ عی جاں کا دل جنگِ ازمائش ہٹے
لے زنگ سے ہر خید تھے آتشِ سیا ہٹے
نماز پر ہر دم مقدر تو مرتے ہیں

یقین با شوکت و شانِ شکوہ کبریا ہٹے
سزاواران کی نفوسِ جدا ہٹے جدا ہٹے
تمہاری انتظار میں تو ہم صبح و سہا ہٹے
دفا کی تھی جو ہم نے سو سزاوارِ جفا ہٹے
میں حیراں ہوں کہ اس کا کچھ بھی آخرِ عا ہٹے
بہت منت جو کی میں خفا ہو کر ذرا ہٹے
ادا کوئی تمہاری جاں میں اپنی قضا ہٹے

ہے زربا تھیں گل کے کیا طرہ تماشا
 علاج اس کا نہ تم سے ہو طبعی و باز آداب
 کہ مرغان چمن سار فقیر با نوا ہرے
 کہ درود داغ بہتر ہے اگر دل کی دوا ہرے
 ہوتے زود رخ اے کاش اگر دیر سنا ہرے
 نظر بازی سے باز آؤ کہ یہ عشق مجازی ہے
 مناسب ل لکی کو اور کوئی مشغلہ بہرے

لعلق دل کا پوشیدہ جانفرو فنا ہرے
 مکان ایک ایک کیسا خوشنما امید کا ہرے
 کہاں پھر ناخن نذیر کی رحمت پہنچ سکتے
 گرہ ان ابروؤں سے کھلنے کی امید واری میا
 کریں کیا کچھ نہیں چارہ بلائے آسمانی کا
 دل پر شور و سرگرداں ہوتا ہی نہیں آ خر
 لباسِ ظاہری کی ہی عجاہرے قبا ہرے
 اگر دل کی ہمارے سرزمین کا زلزلہ ہرے
 پہلے کو عقد دل کے اپنے سب مشکل کشا ہرے
 کھلے دُرات اپنے ایسے ہی دستِ عطا ہرے
 نہو بہات رونے کی جو یوں غم کی گھا ہرے
 کسی کے ہاتھ کا لٹو بنے یا جھجھا ہرے

نہ غم ان کو اسیری کا نہ خواہش آج دانہ کی

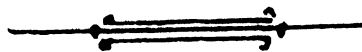
اسیر دام ان کے طائرِ قید نہ نا ہرے

ہات میں اس سیم تن کے تیغ آہن دیکھئے
 سیم تن کا بیٹھا نخوت سے تن تن دیکھئے
 آئینہ میں اپنی صورتیوں جو بن ٹھن دیکھئے
 دوستانِ ظاہری کا کیا کہو نہیں خدایا
 جس کے یکسر منکے مقناطیس گردن دیکھئے
 ضعف سے جاتی دھلی ہے میری گردن دیکھئے
 ہو گئے عاشق اپنے ہو گئے میر دشمن دیکھئے
 تیز تر آتش سے بھی یہ ربط دشمن دیکھئے

سارے دشمن دست میرے ننگے تو کیا ہوا
دوست کا سامں بھی اک کہا ہو دشمن دیکھئے
شیخ جی نے تو کیا خرقہ کو رہن جامئے
ترہیں ہوتا ہر مئے سے اُن کا دامن دیکھئے
سالکو ہے دور راہ عشق سے خوف و خطر

راہرو اس رہ کا اپنا آپ رہن دیکھئے
دست رنگیں میں مر گلرؤ کے سون دیکھئے
لے گیا دل میرا اک طفل برہمن دیکھئے
دیدنی کبے دلا بے یا رنگشن دیکھئے
چہرہ تاباں کو اُس کے مئے سے روشن دیکھئے
ساقیا قفل سے نیا گرم شیون دیکھئے
نقد دل اور اشک گوہر زنگ کندن دیکھئے
محبت سے بڑھ کے میں ہوں شرب دشمن دیکھئے
خاک کی جاگہ وہاں بچو لوں کا خرم دیکھئے
یتیم جو ہر دار کی حسرت میں شیون دیکھئے
زخم دل کے لب پہ جاری اور دشمن دیکھئے

صفت سے یاں ہر گریباں طوق گردن دیکھئے
پاؤں کی بٹری وہاں بس دور دامن دیکھئے



رَبَّاعِيَا



اللہ رے محبوب کسی کو اپنا
ہر شے کی زبان پر یہی ہے جاری
کیا ذات میں کیا صفت میں سا جی رکھا
سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ

قائل جو ہوا تیری خداوندی کا
جو تیری خدا فی یہ ہنسے ہزاروں
ہے دعویٰ بجا اس کو خرد مندی کا
غم کہا نا پڑے گا اُسے خرد مندی کا

رکھتا ہے گدا تیرا سر شاہی کا
پر راہِ رضا کٹھن ہے ایسی تیری
بیخود کو ترے دماغ آگاہی کا
ڈر خضر کو بھی رہی ہے گمراہی کا

غفلت کی تھی نیند خواب پریشاں دیکھا
امید ہے شیش کی جو تھا خوفِ خدا
دل کثرتِ جم سے ہر ساں دیکھا
بس نام تیرا حسیم و رحیم دیکھا

تو نے بہت کچھ ہی ہمیں سمجھایا
کچھ بھی نہ سمجھ میں پر کسی کی آیا

جس نے تجھے پایا سمجھا ہوگا اُس نے اپنے ہی خیالات سے دل بھلایا

سچ ہے کہ وہی صاحبِ عرفان ہوا
جو آئینہ بحث کو دیتا ہے جلا
نادانی جو اپنی جان انجان ہوا
انسان سے شیطان ہوا جیران ہوا

مانند رسول حق محبوبِ خدا
جس صاف حدیث سے میضمون کھلا
اصحاب کا مداح علی مولا
انکا رمنافقوں کا نکلا جیسا

گو تارنگہ سے ہر کوئی جال بُنا
جس رنگ کو دکھیوں وہ تراپردہ ہے
پرکس نے ترے باغ سے اک پھول حیا
یہ جوش بہار جلوہ دکھانا سنا

ایمان ہمارا ہے بڑی رب کی عطا
کیا کہئے جو حال ہو کمالِ اسلام
دنیا کی یہ عزت یہ نجاتِ عقبی
مانگو یہ دعا اور کر و شکرِ خدا

پہر بھوں غلامِ شافعِ محشر کا
امت کے تو دوزخ سے بچا اور مجھ کو
اصحاب کا اور آلِ اطہر کا
فردوس ملے سنتِ پیغمبر کا

محبوب خدا کی کرے کیا کوئی ثنا
پایا جو رُوف اور رحیم اس نے خطا
مدوح محمدؐ سا پیدا ہوا
ویسا ہی کرے گا کام جیسا ہی کہا

ہم نام خدا کون بنی کہیے ہوا
قرآن سی کتاب کیجئے بھلا اس کی ملی
اور ختم رسالت کو بھلا کس نے کیا
پڑھئے گا درود اس پر سرج و مسا

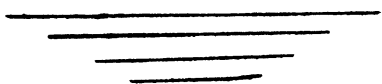
اے آہ تزا دہیاں نہیں دلبر کو
آئینہ سینہ کی جلا ہے اس سے
میری نہ جلا تو جان مضطر کو
بر باد نہ کر دل کی خاکستر کو

رو کے کیا کوئی دل مضطر کو
ہر دم معشوق سے ملنے کا خیال
یہ طاقت مقدور کب ہے تنبر کو
ہے کیا اے عشق دھننے ہی سر کو

ہے کام جو مجھ سے عشق دلبر کو
دکھلا دگی کیا عقل بھلا اپنا ہنر
بیکار سی فرصت نہ ملی دم بھر کو
کب دیکھنے کی تاب ہے چشم تر کو

آئینہ بنایا ہے کہ زنگار مجھے
تو اپنے لئے پیار کر اے یار مجھے
کر چہرہ کا یا خط کا گرفتار مجھے
تیرے لئے میں تو بھی ہوں درکار مجھے

ہمت یہ مری عالی دنیا ہے دنی
 اس سے نہیں کچھ حال جز دل شکنی
 کیا ہے فکر ہے جب نام عبد لبا^{سط}
 محتاج تزا بندہ ہوں اگر بے غنی



در اعظم ایٹم پریس حیدرآباد دکن
طبع گردید

آخری درج شدہ تاریخ پر یہ کتاب مستعار
لی گئی تھی مقررہ مدت سے زیادہ رکھنے کی
صورت میں ایک آنہ یومیہ دیرانہ لیا جائیگا۔

ایک چھوٹا سا
 صاحبزادہ
 ۱۔ اس کا نام علی تھا۔ ایک بار اس نے اپنے
 چچا کو دیکھا تو اس نے کہا کہ یہ تو
 ۲۔ اس کا نام علی تھا۔ ایک بار اس نے اپنے
 چچا کو دیکھا تو اس نے کہا کہ یہ تو
 ۳۔ اس کا نام علی تھا۔ ایک بار اس نے اپنے
 چچا کو دیکھا تو اس نے کہا کہ یہ تو
 ۴۔ اس کا نام علی تھا۔ ایک بار اس نے اپنے
 چچا کو دیکھا تو اس نے کہا کہ یہ تو
 ۵۔ اس کا نام علی تھا۔ ایک بار اس نے اپنے
 چچا کو دیکھا تو اس نے کہا کہ یہ تو
 ۶۔ اس کا نام علی تھا۔ ایک بار اس نے اپنے
 چچا کو دیکھا تو اس نے کہا کہ یہ تو
 ۷۔ اس کا نام علی تھا۔ ایک بار اس نے اپنے
 چچا کو دیکھا تو اس نے کہا کہ یہ تو
 ۸۔ اس کا نام علی تھا۔ ایک بار اس نے اپنے
 چچا کو دیکھا تو اس نے کہا کہ یہ تو
 ۹۔ اس کا نام علی تھا۔ ایک بار اس نے اپنے
 چچا کو دیکھا تو اس نے کہا کہ یہ تو
 ۱۰۔ اس کا نام علی تھا۔ ایک بار اس نے اپنے
 چچا کو دیکھا تو اس نے کہا کہ یہ تو

